اللغة الأردية

حجۃ الوداع کے خطبے اور نصیحتیں

تألیف

عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر



مترجم

محمد وسیم خان بن محمد نسیم خان

مراجعہ وتصحیح

الطاف الرحمٰن بن ثناء اللہ

حجۃ الوداع کے خطبے اور نصیحتیں

تألیف

عبد الرزاق بن عبد المحسن البدر

مترجم

محمد وسیم خان بن محمد نسیم خان

مراجعہ وتصحیح

ألطاف الرحمن بن ثناء الله

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

البدر، عبدالرزاق بن عبدالمحسن العباد

خطب ومواعظ من حجة الوداع باللغة الاردية ./ عبدالرزاق ابن عبدالمحسن العباد البدر.- المدينة المنورة، ١٤٢٧هـ

١٠٤ ص، ١٢×١٧ سم

ردمك: ٦ - ٩٨٨ - ٥٢ - ٩٩٦٠

١- الخطب الدينية ٢- الوعظ والإرشاد أ- العنوان

ديوي ٢١٣ ١٤٢٧/٣٥١٦

رقم الإيداع: ١٤٢٧/٣٥١٦

ردمك: ٦ - ٩٨٨ - ٥٢ - ٩٩٦٠

الطبعة الأولى

١٤٢٧هـ - ٢٠٠٦م

کتاب کا نام	حجۃ الوداع کے خطبے اور نصیحتیں
مصنف کا نام	د/عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر
مترجم کا نام	محمد وسیم خان بن محمد نسیم خان
مراجع کا نام	الطاف الرحمٰن بن شاء اللہ
طباعت	اول ۱۴۲۶ھ
کمپوزنگ	الطاف الرحمٰن بن ثناء اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمه

الحمد لله رب العالمين' والعاقبة للمتقين' واشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له' واشهد ان محمدا عبده ورسوله' صلي الله وسلم عليه وعلي آله وصحبه اجمعين .

أما بعد !

حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریریں اور نصیحتیں بے شک بہت اہم اور بنیادی ہیں آپ نے اس میں مذہب اسلام کے اصول' بھلائی کی باتیں اور اچھے اخلاق کو بہت کھلے اور نصیحت بھرے الفاظ میں بیان فرمایا کیونکہ آپ کو جامع بات الوکھی حکمتیں مکمل خیرخواہی حسن بیان اچھے الفاظ اور فصاحت کلام سے نوازا گیا تھا نیز آپ بہت رحم دل بڑے شفقت والے بندوں کو فائدہ پہونچانے والے اور ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لانے کے بہت حریص اور خواہش مند تھے. اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿ لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم ﴾ [التوبة : ١٢٨] .

,,تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں

ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں''.

نیز اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا :

﴿ قد أنزل الله اليكم ذكرا رسولا يتلو عليكم آيات الله مبينات ليخرج الذين آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات الى النور ﴾ [الطلاق : ١٠-١١]

,,یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتار دی ہے یعنی رسول جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کرسناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے ''.

چونکہ حج بندوں کی نصح وارشاد اور خیر کی تعلیم کے لئے سب سے بہترین جگہ ہے کیوں کہ اس مبارک موقع سے مسلمان دور دراز سفر طے کر کے دنیا کے مختلف گوشوں سے اللہ رب العزت کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے' اس کے گھر کا رخ کرتے ہوئے' اس کی رحمت کی امید کے ساتھ اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے جمع ہوتے ہیں لہذا اس موقع پر ان کے لئے سب سے بہترین ہدیہ اور سب سے عمدہ فائدہ جس سے وہ پر دامن ہوں یہ ہے کہ وہ آپ کی ان باتوں کو جان لیں جو آپ نے ان مبارک جگہوں اور مقدس مقامات پر مسلمانوں کو الوداع کہتے ہوئے کہی تھیں اور ان نصیحتوں سے آگاہ ہو جائیں جو آپ نے اس موقع پر اپنی امت کو کی تھیں کیونکہ آپ سے بڑا دنیا میں کوئی ناصح نہیں چنانچہ آپ ایک پر خلوص ناصح مشفق مبلغ اور ایک حکیم مربی تھے؛ لوگوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ بلکہ خیر خواہوں کے قدوہ اور تمام نیک بندوں کے لئے اسوہ اور نمونہ تھے اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

﴿ لقد كان لكم في رسول الله اسوه حسنة لمن كان يرجوا الله

واليوم الآخر وذكر الله كثيرا﴾ [الأحزاب: ٢١]

,,یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالی کی یاد کرتا ہے''.

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس چھوٹی سی کتاب میں آپ ﷺ کی مبارک تقریروں اور قیمتی خطبوں کے بعض حصوں کو مختصر شرح کے ساتھ جمع کیا گیا ہے تہی دامنی کے باوجود حسب حاجت اس کے مقاصد واغراض پر بھی روشنی ڈال دی گئی ہے اس امید کے ساتھ کہ وعظ ونصیحت اور دعوت وارشاد کا کام کرنے والوں کے لئے ایک عمدہ توشہ ثابت ہو اور حج کے ایام کا خیال کرتے ہوئے میں نے اس کو تیرہ درسوں میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ حجاج کرام کو یومیہ درس کی شکل میں بآسانی پیش کی جاسکیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اسے نفع بخش اور بابرکت بنائے اور قبول عام عطا فرمائے وہی حسن توفیق سے نوازنے والا ہے اس کے علاوہ کوئی مدبر وکارساز نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے صلاۃ وسلام نازل ہو ہمارے نبی محمد پر اور آپ کی آل پر اور تمام صحابہ کرام پر.

تحریر کردہ

عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر

(۱)

حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کے خطبوں کی قدر و قیمت

بلاشبہ بیان کے اعتبار سے سب سے شامل؛ نصیحت و خیر خواہی کے اعتبار سے سب سے مکمل خطبہ آپ ﷺ کا خطبہ ہے چنانچہ اللہ رب العزت نے آپ کے شاندار و عظیم الشان خطبوں میں حسن بیان و حسن افہام نیز ایجاز کو جمع کر دیا تھا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے کلام سے زیادہ عمدہ کسی بشر کا کلام سنا ہی نہیں گیا جو نفع کے اعتبار سے سب سے عام معنی کے اعتبار سے سب سے زیادہ فصیح الفاظ کے اعتبار سے سب سے سچا مقام کے اعتبار سے سب سے عمدہ مخرج کے اعتبار سے سب سے سہل فصاحت لسانی اور نصیحت و خیر خواہی کے اعتبار سے سب سے شامل ہو چنانچہ آپ کے کلام میں یہ خصوصیات و خوبیاں بدرجہ اتم و احسن موجود تھیں اور کیسے نہ ہوتیں جبکہ اللہ رب العزت نے آپ کو جوامع الکلم عطا فرمائے اور آپ کو خصوصی طور سے بہت سی حکمتوں سے نوازا' چنانچہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: (بعثت بجوامع الکلم) یعنی میں جوامع الکلم دے کر بھیجا گیا ہوں [صحیح بخاری (۲۹۷۷)' صحیح مسلم (۵۲۳)].

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جوامع الکلم کا مطلب ہمارے علم کے مطابق یہ ہے کہ بہت سارے امور و معاملات اور ڈھیر ساری باتیں جو آپ سے پہلے کتابوں میں لکھی جاتی

تھیں اللہ تعالیٰ آپ کے لئے ایک دو یا اس طرح کے معاملات میں جمع کر دیتا ہے .

جو شخص بھی آپ ﷺ کے خطبوں پر غور کرے گا ان میں وفا و خلوص اور نصح و بیان کی چاشنی پائے گا آپ اپنے خطبوں میں ہمیشہ مخاطبین کی ضرورت اور ان کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے تھے البتہ آپ کی تقریریں اور آپ کی باتیں عام طور پر اللہ رب العزت کی حمد و ثنا' اصول اسلام کی تعلیمات' جنت و جہنم اور آخرت کا ذکر' اللہ رب العزت کے تقوی کا حکم' اور اس کے غضب و رضا کے اسباب و عوامل پر مشتمل ہوتی تھیں.

نصح وارشاد رہنمائی اور تعلیم کے لئے حج ایک بہترین موقع اور ایک قیمتی وقت ہے کیونکہ بندوں کے دل اس موسم میں متوجہ اور ان کے نفوس مطمئن ہوتے ہیں نیز ان کے اندر خیر کی چاہت اور بھلائی کی تڑپ بھی شدید ہوتی ہے چنانچہ دعاۃ کے لئے کیا ہی عمدہ موقع ہے کہ ان کے جہود مبارکہ اس مبارک موسم میں اپنے رسول کی اقتدا کرتے ہوئے خیر خواہی و تعلیم اور ارشاد و توجیہ میں بکثرت صرف ہوں اور ان کے کاموں کا محور اور ان کی نصیحتوں کا دار و مدار انہیں چیزوں پر ہو جنکی آپ نے دعوت دی اور جس کی طرف آپ نے رہنمائی فرمائی کیونکہ آپ ہی لوگوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ بلکہ خیر خواہوں کے قدوہ اور رہنماؤں کے امام ہیں' اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا :

﴿ لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا ﴾ [الأحزاب: ٢١] .

,,یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالی کی یاد کرتا ہے''.

حجۃ الوداع میں آپ کے خطبوں کی خاص اہمیت ہے کیونکہ یہ ایک الوداع کہنے والے شخص کی وصیتیں ہیں اور جدا ہونے والا شخص رخصت ہوتے وقت ان ساری چیزوں کو مختصرا کہہ اور کرلیتا ہے جو دوسرا نہیں کرسکتا ہے چنانچہ آپ نے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا :

(فإني لا أدري لعلي لا أحج بعد حجتي هذه) [صحیح مسلم (١٢٩٧)] یعنی " مجھے نہیں معلوم کہ اس کے بعد میں پھر حج کرسکوں گا یا نہیں " پھر آپ لوگوں کو رخصت کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ یہ حجۃ الوداع ہے اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خطبے کے بارے میں فرمایا: (فوالذی نفسی بیدہ انها لوصیته ﷺ الی أمته) [صحیح بخاری (١٧٣٩)] یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک یہ امت کے لئے آپ کی وصیت ہے.

اس خطبے کی اہمیت اور اس کی عظمت پر بہت ساری چیزیں دلالت کرتی ہیں ان میں چند درج ذیل ہیں :

١ - اسی خطبے کے بعد آپ نے لوگوں کو الوداع کہا چنانچہ یہ ایک الوداع کہنے والے کی وصیت ہے جیسا کہ اس کی وضاحت گزر چکی ہے.

٢ - نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے خاموشی سے سننے کو کہا چنانچہ صحیحین میں جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں ان سے کہا: (استنصت الناس) [صحیح بخاری (١٢١)، صحیح مسلم (٦٥)] یعنی لوگوں سے خاموشی سے سننے کے لئے کہو لہذا یہ چیز اس خطبے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جب آپ نے دیکھا کہ یہ خطبہ لوگوں کی فلاح و بہبودی اور دنیا وآخرت میں ان کی کامیابی پر مشتمل ہے تو یہ مناسب سمجھا

کہ انہیں خاموشی سے سننے کا حکم دیں جو کہ علم وانتفاع اور پھر عمل وسربلندی کا باعث ہے سفیان ثوری وغیرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا : (**أول العلم الاستماع ثم الانصات ثم الحفظ ثم العمل ثم النشر**) یعنی ,,علم کی ابتداء سننا ہے پھر خاموشی کے ساتھ غور کرنا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر اسے پھیلانا اور عام کرنا ہے''.

۳ - نبی اکرم ﷺ اپنے اس خطبے میں لوگوں کو سنانے کے لئے بلند وبالا اور دراز ہو کر خطاب کر رہے تھے چنانچہ مسند احمد میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ اپنی اونٹنی پر سوار کجاوے کے پائدان میں پاؤں رکھے لمبی اور بلند آواز میں کہہ رہے تھے : (**ألا تسمعون ؟**) [مسند احمد (۲۵۱/۵)' البانی نے سلسلہ صحیحہ (۸۶۷) میں اسے صحیح کہا ہے] کیا نہیں سن رہے ہو ؟

۴ - اس دن اللہ تعالی نے لوگوں کی قوت سماعت کو کھول دیا تھا اور اس میں غیر معمولی قوت پیدا کر دی تھی چنانچہ لوگ اپنے گھروں میں سن رہے تھے سنن نسائی میں عبدالرحمن بن معاذ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا :(**خطبنا رسول الله ﷺ بمنى ففتح الله أسماعنا ' حتى إن كنا لنسمع ما يقول ونحن في منازلنا**)[سنن نسائی (۲۹۹۶)' البانی نے صحیح سنن نسائی (۲/۳۴۰) میں اسے صحیح کہا ہے]یعنی ,,رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منی میں خطاب کیا تو اللہ تعالی نے ہماری کانوں کو کھول دیا یہاں تک کہ ہم آپ کی باتوں کو اپنے گھروں میں سن رہے تھے''.

۵ - آپ نے ایک آواز پہنچانے والے کو متعین کر لیا تھا چنانچہ سنن ابی داود میں رافع بن عمرو مزنی سے مروی ہے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو منی میں خطبہ دیتے ہوئے

سنا جب چاشت کا وقت خوب اوپر آچکا تھا آپ اپنے چتکبرے خچر پر سوار خطبہ کہہ رہے تھے اور علی رضی اللہ عنہ آپ کی باتوں کو لوگوں تک پہونچا رہے تھے جبکہ کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے [سنن ابوداود (١٩٥٦)' البانی نے صحیح سنن ابوداود (١/٥٤٩) میں اسے صحیح کہا ہے].

٦ - خطبہ میں آپ کا یہ کہنا (**ألا هل بلغت ؟**) یعنی خبردار کیا میں نے پہونچا دیا ؟ تو لوگوں نے جواب دیا (**نعم**) یعنی ہاں تب آپ نے فرمایا : (**اللهم اشهد**) [صحیح بخاری (١٧٤١)' صحیح مسلم (١٦٧٩)] یعنی ''اے اللہ تو گواہ رہ'' اور اسے کئی بار کہا .

٧ - آپ ﷺ کا لوگوں کو یہ حکم دینا کہ حاضر غائب کو پہنچا دے چنانچہ ابوبکرہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : (**فليبلغ الشاهد الغائب فرب مبلغ أوعى من سامع**) [صحیح بخاری (١٧٤١)' صحیح مسلم (١٦٧٩)] یعنی ,,چاہئے کہ حاضر غائب کو پہونچا دے کیونکہ بہت سے پیغام حاصل کرنے والے سننے والے سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ کرنے والا ہوتے ہیں''.

٨ - آپ ﷺ کا اپنے خطبے میں حث وتنبیہ اور جذب انتباہ کا اسلوب اختیار کرنا مثلاً آپ کا فرمانا (**ألا هل بلغت ؟**) یعنی خبردار کیا میں نے پہونچا دیا؟ (**ألا ليبلغ الشاهد الغائب**) یعنی خبردار! چاہئے کہ حاضر غائب کو پہونچا دے (**ألا فلا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض**) یعنی آگاہ ہو جاؤ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اس طرح کا اسلوب آپ نے مختلف جگہوں پر اختیار فرمایا' اسی طرح تاثیر کا اسلوب بھی آپ نے اختیار کیا چنانچہ آپ نے فرمایا : (**إن دماء كم**

وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا)
[صحیح بخاری (۱۷۴۱)، صحیح مسلم (۱۶۷۹)] یعنی "بلاشبہ تم لوگوں کا خون اور تمہارے اموال تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں تمہارا یہ دن حرام ہے".

ان اسالیب میں جو قوت، تاثیر اور تنبیہ مضمر ہے وہ ناظرین وسامعین پر عیاں ہے .

۹ - اس عظیم خطبے کے معانی ومضامین اور اس کے دلالات پر غور کرنا اس کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتا ہے کیونکہ آپ نے اس خطبے میں دین حنیف کے قواعد واصول کو بیان کیا اور شرک وجاہلیت کی بنیاد ڈھادی نیز ان تمام محرمات کو حرام قرار دیا جن کی تمام ملتوں نے تحریم کی ہے اس کے علاوہ ان تمام باتوں پر غور وفکر جن پر یہ عظیم خطبہ مشتمل ہے اس کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتا ہے جو ان شاء اللہ آگے آئیں گی .

مذکورہ تمام باتیں نبی اکرم ﷺ کے حجۃ الوداع کے خطبوں کی اہمیت وعظمت پر دال اور اہتمام واعتناء کی متقاضی ہیں تاکہ چھوٹے بڑے تمام مسلمان مرد وعورت اس سے آگاہ اور مستفید ہوں؛ اللہ تعالی ہم سب کو سنت کی بصیرت اور اپنے راستے کی ہدایت ورہنمائی عطا فرمائے .

☆☆☆

(۲)

یوم عرفہ کا خطبہ

حجۃ الوداع میں آپ کے خطبوں میں سے عرفہ کے دن کا عظیم خطبہ بھی ہے اس کا ذکر صحابی جلیل جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی اس طویل حدیث میں وارد ہے جس میں انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی مدینہ سے روانگی سے لیکر مدینہ واپسی تک حج کے پورے سفر کو مفصل طور پر بیان کیا ہے یہ عظیم حدیث ڈھیر سارے فوائد اور بہترین قواعد وضوابط اور عمدہ اصولوں پر مشتمل ہے امام مسلم نے اس مکمل حدیث کو اپنی کتاب صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث کے ضمن میں جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :(حتى اذا زاغت الشمس أمر بالقصواء فرحلت له فاتى بطن الوادى فخطب الناس وقال : (إن دماء كم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا فى شهركم هذا فى بلدكم هذا ؛ ألا كل شىء من أمر الجاهلية تحت قدمى موضوع ؛ ودماء الجاهلية موضوعة ؛ إن أول دم أضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن الحارث كان مسترضعا فى بنى سعد فقتلته هذيل ؛ وربا الجاهلية موضوع ؛ وأول ربا أضع ربانا؛ ربا عباس بن عبد المطلب ؛ فإنه موضوع كله ؛ فاتقوا الله فى النساء ؛ فإنكم أخذتموهن بأمان الله ؛ واستحللتم فروجهن بكلمة الله ؛ ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه؛ فان فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير

مبرح؛ ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف؛ وقد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به كتاب الله ؛ وأنتم تسألون عنى فما أنتم قائلون ؟) قالوا نشهد أنک قد بلغت وأديت ونصحت • فقال بأصبعه السبابة يرفعها الى السماء وينكتها الى الناس (اللهم اشهد ؛ اللهم اشهد) ثلاث مرات ؛ ثم أذن ؛ ثم أقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر) [صحیح مسلم (۱۲۱۸)]

یعنی جب سورج مائل ہوگیا آپ اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہوکر بطن وادی آئے اور وہاں لوگوں کو یہ کہہ کر خطاب فرمایا بیشک تمہارا خون تمہارے اموال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا آج کا یہ دن تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں حرام ہے؛ خبردار! جاہلیت کے تمام امور کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں جاہلیت کے خون کو میں ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلا خون جس کو میں ختم کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے جن کو قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے اس وقت قتل کردیا تھا جب وہ قبیلہ بنی سعد میں شیر خوار تھے؛ اسی طرح جاہلیت کے تمام سود کو باطل قرار دیتا ہوں اور پہلا سود جس کو میں ختم کررہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے بے شک یہ سب مکمل طور پر باطل اور مردود ہے .

عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالی سے ڈرو؛ تم نے انہیں اللہ کے عہد و پیمان سے لیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلام سے حلال کیا ہے ان کے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مارو ایسی مار جو انہیں زخمی نہ بنادے اور ان کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم بھلائی کے ساتھ ان کے خوراک و پوشاک کا انتظام کرو .

میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک اسے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب ہے اور یہ بھی جان لو کہ تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا کہو گے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پیغام پہونچا دیا اور حق ادا کر دیا اور بڑی خیر خواہی کی۔ اس پر آپ نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا' اے اللہ! گواہ رہنا' اے اللہ! گواہ رہنا .

پھر اذان دلائی اقامت کہلوائی اور صلاۃ ظہر ادا کی پھر دوبارہ اقامت کہلوا کر صلاۃ عصر ادا کی.

یہ عظیم خطبہ بہت بنیادی اصول وقواعد اور نہایت ہی پاکیزہ آداب واخلاق پر مبنی ہے علامہ ابن القیم نے اس خطبے کے اوصاف اور اس کے مضامین کو مختصرا یوں بیان کیا ہے: "آپ نے اپنی سواری سے لوگوں کو ایک عظیم الشان خطبہ دیا جس میں آپ نے اسلام کے اصول وقواعد پیش کیے اور شرک وجاہلیت کی بنیادوں کو ڈھا دیا اور ان تمام محرمات کو حرام قرار دیا جن کی حرمت پر تمام ملتوں کا اتفاق ہے یعنی جان مال اور عزت وآبرو. نیز اس خطبے میں آپ نے جاہلیت کے امور کو اپنے پاؤں تلے روند دیا اس کے تمام سودوں کو باطل قرار دیا عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی نیز ان کے حقوق وواجبات کو ذکر کیا بایں طور کہ مردوں پر عورتوں کو بھلائی کے ساتھ کھلانا اور پہنانا فرض ہے البتہ آپ نے اس کی تحدید نہیں کی اور مردوں کے لئے یہ جائز قرار دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو اس صورت میں مار سکتے ہیں جب وہ کسی ایسے شخص کو گھر میں آنے دیں جسے شوہر ناپسند کرتا ہو؛ امت کو کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی وصیت کی اور یہ بتلایا کہ ایسی صورت میں وہ ہرگز گمراہ نہیں ہونگے؛ پھر یہ بھی بتلایا کہ وہ آپ کے بارے میں پوچھے

جائیں گے اور اس پر بس نہیں کیا بلکہ ان سے جواب طلب کیا جس پر انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اس کی امانت کو احسن طریقے سے ادا کر دیا اور امت کی خیر خواہی کی؛ تب آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر تین مرتبہ اللہ تعالی کو اس شہادت پر گواہ بنایا اور یہ بھی حکم دیا کہ حاضر غائب کو یہ باتیں پہنچا دے" [زادالمعاد (۲/۲۳۳)].

یہ خطبہ دین کے اہم ترین امور وآداب پر مشتمل ہے جو حدیث مذکور کی روشنی میں ترتیب کے ساتھ درج ذیل ہیں:

۱ – **مسلمانوں کے جان و مال کی حرمت** : چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی حد درجہ تاکید کرتے ہوئے فرمایا: (**ان دماء کم وأموالکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا**) یعنی: "بے شک تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کا دن اس مہینے میں اور اس شہر میں حرام ہے" اور تمام لوگ اللہ کے محترم شہر کی حرمت سے واقف اور اس کے قائل تھے اور ظاہر ہے کہ یہ حرمت حرام دن اور حرام مہینے میں مزید بڑھ جاتی ہے؛ اس لئے مسلمان کا خون اور اس کا مال بہت سخت حرام ہے جیسے مکہ کی حرمت یوم حرام اور ماہ حرام میں ہے چنانچہ یہ غور کا مقام ہے کہ مسلمان کے خون اور اسکے مال کی حرمت کس قدر عظیم اور شدید ہے .

۲ – **تمام امور جاہلیت کو باطل قرار دینا** : چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: (**الا کل شیء من أمر الجاهلیة تحت قدمی موضوع ؛ ودماء الجاهلیة موضوعة ؛ ان أول دم أضع من دمائنا دم ابن ربیعة بن الحارث کان مسترضعا فی بنی سعد**

فقتلته هذيل ؛ وربا الجاهلية موضوع ؛ وأول ربا أضع ربانا؛ ربا عباس بن عبد المطلب ؛ فانه موضوع كله) .

یعنی: ''خبردار! جاہلیت کے تمام امور کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں جاہلیت کے خون کو میں ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلا خون جس کو میں ختم کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے جن کو قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے اس وقت قتل کر دیا تھا جب وہ قبیلہ بنی سعد میں شیر خوار تھے؛ اسی طرح جاہلیت کے تمام سود کو باطل قرار دیتا ہوں اور پہلا سود جس کو میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے بے شک یہ سب مکمل طور پر باطل اور مردود ہے ''.

چنانچہ آپ کے اس فرمان میں زمانہ جاہلیت کے تمام کام اور اس دور کی وہ خرید وفروخت جن کا استلام نہ ہوا ہو ان سب کا بطلان موجود ہے نیز یہ کہ اس دور کے واردات قتل پر قصاص بھی لغو اور باطل ہے .

امور جاہلیت سے متعلق آپ کا یہ فرمان : (تحت قدمی موضوع) کہ''وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہے'' جاہلیت اور اس کے کاموں کے بطلان پر دلالت کرتا ہے نیز سود کے بارے میں آپ کا یہ فرمان : (انه موضوع كله) کہ''یہ سب ختم اور بے اعتبار ہے'' اس کے ابطال پر دال ہے .

۳ ۔ عورتوں کے متعلق وصیت اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر ابھارنا: چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: (فاتقوا الله في النساء فانكم أخذتموهن بأمان الله ؛ واستحللتم فروجهن بكلمة الله ؛ ولكم عليهن أن لا يؤطئن فرشكم أحدا

تکرھونه؛ فان فعلن ذلک فاضربوھن ضربا غیر مبرح؛ ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف) .

یعنی آپ نے فرمایا:'' عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالی سے ڈرو؛ تم نے انہیں اللہ کے عہد و پیمان سے لیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلام سے حلال کیا ہے ان کے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں چوٹ لگاؤ ایسی چوٹ جو انہیں زخمی نہ بنادے اور ان کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم بھلائی کے ساتھ ان کے خوراک و پوشاک کا انتظام کرو '' .

آپ کے اس فرمان میں عورتوں کے حقوق کی رعایت اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کی وصیت ہے نیز عورتوں کے بارے میں وصیت ان کے حقوق کی رعایت اور اس میں عدم تقصیر کے سلسلے میں اور بہت ساری حدیثیں وارد ہیں .

۴ - کتاب اللہ کے سلسلے میں وصیت جسکو باطل چھو نہیں سکتا جو کہ اس ذات کی طرف سے نازل شدہ ہے جو حکمت والی اور حمد وثنا کی سزاوار ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

(وقد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به کتاب الله) یعنی'' میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ جب تک اسے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے .'' چنانچہ قرآن ہدایت کا سرچشمہ ہے اللہ رب العزت نے اسے بندوں کے لئے ہر نفع بخش چیز اور سیدھے راستے کی طرف راہنما بنایا ہے اس کے ذریعہ اللہ کے نیک بندے حق و باطل ہدایت و گمراہی خیر و شر کے درمیان تفریق کرتے ہیں چنانچہ جس نے اس

کو تھامے رکھا اس پر عمل کیا ہدایت یافتہ ہو گیا جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑا گمراہ نہیں ہوگا جس نے اس کی اتباع کی شقاوت کا شکار نہیں ہو سکتا.

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ آپ نے صرف کتاب اللہ پر اکتفا کیوں کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب اللہ سنت رسول کو شامل ہے چنانچہ جس نے سنت پر عمل نہیں کیا اس نے کتاب اللہ پر بھی عمل نہیں کیا' اسی طرح آپ کا مبارک فرمان (**وانتم تسالون عنی فما أنتم قائلون ؟**) کہ ''تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا کہو گے ؟'' یہ بھی سنت پر عمل کرنے پر واضح انداز میں دلالت کرتا ہے .

۵- نبی اکرم ﷺ کا صحابہ کرام کو یہ خبر دینا کہ وہ آپ کے متعلق پوچھے جائیں گے اور پھر ان سے واضح طور سے جواب طلب کرنا کہ وہ جوابا کیا کہیں گے آپ ﷺ نے فرمایا : (**وانتم تسالون عنی فما أنتم قائلون ؟**) **قالوا : نشهد أنک قد بلغت وأديت ونصحت . فقال باصبعه السبابة يرفعها الى السماء وينكتها الى الناس : (اللهم اشهد ؛ اللهم اشهد) ثلاث مرات** یعنی ''تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا کہو گے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پیغام پہونچا دیا اور حق ادا کر دیا اور بڑی خیر خواہی کی، اس پر آپ نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا' اے اللہ! گواہ رہنا' اے اللہ! گواہ رہنا''.

آپ ﷺ کا اس فرمان: (وأنتم تسألون عنی) یعنی ''تم سے میرے

متعلق پوچھا جائیگا'' کا مطلب یہ ہے کہ تم سے میری رسالت کے بارے میں پوچھا جائیگا کہ میں نے اسے پہنچایا کہ نہیں؟ اور آپ ﷺ کا اس فرمان : (فما أنتم قائلون ؟) کا مطلب یہ ہے کہ تم میرے بارے میں کیا کہو گے؟ اور حاضرین کے اس قول :(قد بلغت) کا مطلب یہ کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور ان کے قول : (أديت) کا مطلب یہ کہ آپ نے امانت ادا کر دی اور (نصحت) کا مطلب یہ کہ آپ نے امت کی خیر خواہی کی اور آپ ﷺ کے اس فرمان (اللهم اشهد) کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ اپنے بندوں پر گواہ رہنا کہ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں نے تیرا پیغام ان تک پہنچا دیا اور تو گواہ کے اعتبار سے کافی ہے .

☆☆☆

(۳)

امور جاہلیت کا ابطال

گزشتہ صفحات میں حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کا خطبہ مرقوم ہو چکا ہے، یہ وہ عظیم خطبہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے مبارک دن صحابہ کرام کے گوش گذار کیا نیز اس عظیم خطبے کی اہمیت ومنزلت نیز اس کے مضامین کا اجمالی خاکہ بھی آپ کے نظر نواز ہوا اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس عظیم خطبے کے جملہ نکات ومندرجات میں سے ایک اہم چیز جاہلیت کے گمراہ کن اور انحراف زدہ اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے امور کا بطلان ہے جسے آپ نے اس عظیم خطبے میں پیش کیا اور اس کی تنفیذ کی آپ ﷺ نے فرمایا: (ألا كل شيء من أمر الجاهلية تحت قدمي موضوع ؛ ودماء الجاهلية موضوعة ؛ إن أول دم أضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن الحارث كان مسترضعا في بني سعد فقتلته هذيل ؛ وربا الجاهلية موضوع ؛ وأول ربا أضع ربانا؛ ربا عباس بن عبد المطلب ؛ فإنه موضوع كله) [جابر رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا، صحیح مسلم (۱۲۱۸)].

یعنی آپ نے فرمایا ''خبردار! جاہلیت کے تمام امور کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں جاہلیت کے خون کو میں ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلا خون جس کو میں ختم کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے جن کو قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے اس وقت قتل کر دیا تھا جب وہ قبیلہ بنی سعد میں شیر خوار تھے؛ اسی طرح جاہلیت کے تمام سود کو باطل قرار دیتا ہوں اور پہلا سود جس کو میں ختم

کرر ہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے بے شک یہ سب مکمل طور پر باطل اور مردود ہے "۔

اس حدیث پر غور کرنے سے اس بدترین حالت اور بے انتہا بگاڑ کا اندازہ ہوتا ہے جو کہ اسلام سے پہلے لوگوں کے عبادات اور ان کے معاملات میں راسخ تھا چنانچہ خون بہانا ارزاں تھا اموال لوٹے جاتے تھے عزتیں پامال کی جاتی تھیں جہالت اپنی انتہا اور گمراہی اپنی آخری حد کو چھو رہی تھی یہی وجہ ہے کہ اللہ کے غیظ وغضب کے مستحق ہو گئے تھے .

امام مسلم نے اپنی صحیح میں عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا :(**الا ان ربی امرنی أن أعلمکم ما جهلتم مما علمنی یومی هذا ' کل مال نحلته عبدا حلال ' وانی خلقت عبادی حنفاء کلهم ' وانهم أتتهم الشیاطین فاجتالتهم عن دینهم ' وحرمت علیهم ما احللت لهم ' وامرتهم أن یشرکوا بی ما لم أنزل به سلطانا ' وان الله نظر الی اهل الأرض فمقتهم عربهم وعجمهم الا بقایا من أهل الکتاب**) [صحیح مسلم (۲۸۶۵)] یعنی ,,جان لو کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ آج کے دن جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے اس میں سے وہ چیزیں تمہیں بتاؤں جو تم نہیں جانتے ہو' ہر مال جو میں نے بندے کو عطا کیا ہے حلال ہے اور بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کو فطرت سلیمہ پر پیدا کیا ہے' اور ان کے پاس شیاطین آئے اور انہیں ان کے دین سے بھٹکا دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کردیں جو میں نے حلال کی تھیں نیز انہیں میرے ساتھ شریک ٹھہرانے کا حکم دیا جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری' اور اللہ تعالی نے اہل زمین کو دیکھا تو اہل کتاب کے باقی ماندہ چند لوگوں کے علاوہ سارے عرب وعجم کو ناپسند کیا اور ان پر غضب ناک ہوا"۔

چنانچہ اس دردناک حالت پر غور کریں دین اہل زمیں پر ملتبس اور گڈمڈ ہو چکا تھا جہل وضلالت کا دور دورہ تھا رحمت وشفقت کا نام ونشان مٹ چکا تھا ظلم وسرکشی عام ہو چکی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے دین اسلام کو رحمت بنا کر بھیجا تا کہ تمام انسانیت کو ضلالت وپستی سے نکال دے اور خیر وبھلائی عام ہو جائے اور ہدایت ورہنمائی کی ضیاپارکرنیں سارے عالم کو منور کردیں.

ہاں یقیناً اسلام علم وروشنی' خیر وہدایت اور بھلائی وبلندی لیکر آیا نیز اس نے جاہلیت کی سلاہت اس کی گمراہی وانحراف ظلم وتاریکی کو ڈھادیا چنانچہ لوگ اس کی دعوت وروشنی کی بدولت کفر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نکل کر ایمان کی روشنی میں داخل ہو گئے اور گمراہی اور تاریکی کی جگہ رشد وہدایت اور روشنی انکا مقدر بن گئی.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

﴿ قد أنزل الله اليكم ذكرا رسولا يتلو عليكم آيات الله مبينات ليخرج الذين آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات الى النور ﴾ [الطلاق : ۱۰-۱۱].

,, یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتار دی ہے یعنی رسول جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کر سناتا ہے تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے ''.

حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کا پیغام اس کی تعلیمات لوگوں کو ایسے وقت میں پہنچیں جبکہ وہ اس کے شدید حاجت مند تھے چنانچہ آپ اندازہ لگائیں کہ وہ کیسی زندگی بسر کر رہے تھے' کوئی بتوں کی پوجا کر رہا تھا تو کوئی آگ کی پرستش کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھا کوئی ایسا بھی تھا جو ستاروں کو اپنا رب مان بیٹھا تھا اللہ رب العزت کے غیظ وغضب کے شکار یہ لوگ حیرانگی

ودر ماندگی کی زندگی بسر کررہے تھے نہ صحیح طور پر رب سے آشنا تھے جس کی عبادت کرتے اور نہ ہی یہ معلوم تھا کہ کیسے عبادت کریں' ہر آدمی ایک دوسرے کے خون کا پیاسا تھا جسے جو چیز بھا جاتی اسی کی طرف دعوت دیتا اور مخالف سے برسر پیکار رہتا' چنانچہ حالت یہ تھی کہ زمین میں ایک گز ٹکڑا بھی ایسا نہ تھا جو رسالت کی کرنوں سے منور ہوا ایسی سنگین حالت میں اللہ تعالی نے اسلام کے ذریعہ بندوں کی مدد کی اور انہیں اس کے گھنے سائے میں پناہ دی' تاریکیوں کے بادل چھانٹ دئے مخلوق کو نئی زندگی بخشی' چنانچہ گمراہی کے بعد ہدایت عطا کی' جہالت کے بعد علم بخشا' قلت کے بعد فراوانی کی' ذلت کے بعد باعزت وسرخرو کیا محتاجگی وتنگدستی کے بعد غناو مالداری کی نعمت سے نوازا' بے بصیرت لوگوں کو بصیرت' بہروں کو سماعت اور مردہ دلوں کو زندہ دلی کی نعمت سے بہرہ ور کیا یہ سب کچھ اسی اسلام کی بدولت ہوا جس کو لیکر آپ ﷺ تشریف لائے .

چنانچہ آپ نے لوگوں کو ان کے حقیقی رب سے ایسا عمدہ تعارف کرایا کہ شک کے سارے بادل ان سے چھٹ گئے نیز انہیں وہ راہ دکھائی جو ان کے رب اور اس کی خوشنودی اور اس کی جنت تک انہیں پہنچادے چنانچہ ہر بھلائی کا انہیں حکم دیا اور ہر برائی سے روکا اور بعد از مرگ اللہ رب العزت کے پاس حاضری اور دیگر پیش آنے والے حالات سے مکمل طور پر آگاہ کیا ' چنانچہ اللہ تعالی نے آپ کے ذریعہ گمراہ دلوں کو ہدایت اور مریض دلوں کو شفا عطا کی اور جہالت کے بعد انہیں علم سے معمور کیا [ملاحظہ ہو : جلاء الأفہام لابن القیم ص : ۱۹۲ - ۱۹۵].

غور کریں اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی بعثت سے بندوں پر کتنا بڑا احسان کیا اور انہیں کتنی عظیم نعمت سے بہرہ ور فرمایا کیونکہ آپ کی بعثت سے جاہلیت کا قلعہ مسمار ومنہدم ہو گیا روشنی نازل ہوئی اور اسلام کی ضیا بار کرنوں سے تاریکی کے بادل چھٹ گئے.

آپ اسلام کی عظیم عزت ورفعت اور بلندی پر غور کریں کہ اس مکہ کے اندر جہاں جاہلیت وگمراہی کی سطوت اور ضلالت وتاریکی کا بول بالا تھا آپ جہالت کی ہر گمراہی اور اس کے جملہ امور باطلہ کو اپنے پاؤں تلے روند رہے ہیں تاکہ اسلام کی روشنی اور اس کی ضیا بارکرنیں بلند اور جاہلیت وضلالت کے بت منہدم ومسمار ہو جائیں.

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے : ﴿ هو الذی أرسل رسوله بالهدی ودين الحق ليظهره علي الدين كله ولو كره المشركون ﴾ [التوبة : ٣٣] .

,,اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کردے اگر چہ مشرک برا مانیں" .

نیز ارشاد فرمایا : ﴿ لقد من الله على المؤمنين اذبعث فيهم رسولا من أنفسهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفی ضلال مبين ﴾ [آل عمران : ١٦٤] .

,,بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالی کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے" .

نیز ارشاد فرمایا : ﴿ كما أرسلنا فيكم رسولا منكم يتلو عليكم آياتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم مالم تكونوا تعلمون فاذكرونی أذكركم واشكروا لی ولاتكفرون ﴾ [البقرة : ١٥١-١٥٢].

,,جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے

تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے اس لئے تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا' میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو'۔

چنانچہ تمام تعریفات اللہ رب العزت کے لئے ہیں جس نے ہم مسلمانوں کو آپ کی بعثت کے ذریعے ان تمام گمراہیوں اور جہالتوں سے بچالیا اور ہمارے لئے رشد وہدایت نیز آسمانوں اور زمین کے مالک کے سامنے خضوع وخشوع کا باب وا کردیا' یہی نہیں بلکہ اپنی اس شریعت مطہرہ کے ذریعے ہمیں دوسرے ادیان ومذاہب سے بے نیاز کردیا یہ پاک شریعت حکمت وعمدہ نصیحت کی طرف دعوت' عدل واحسان کے حکم' برائیوں اور منکرات ظلم وزیادتی سے روکنے پر مشتمل ہے چنانچہ وہ نعمتیں جو ہمیں ملی ہیں سب اسی کے فضل وکرم اور احسان ومہربانیوں کی مرہون منت ہیں اور اسی سے امید کرتے ہیں کہ ہمیں تمام نعمتوں کے شکریے کی توفیق دے اور ہمارے لئے توبہ ومغفرت اور رحمت کے دروازوں کو کھول دے ۔

اسی طرح تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے اور اپنے معاشرے کی صلاح وفلاح وبہبودی کی خاطر اسلام کی سنتوں اور اس کے صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہوئے ان نعمتوں کی قدر کریں ان کی حقیقت ومنزلت کو جاننے کے ساتھ ساتھ ان پر محافظت کریں اور اپنے اعمال کے ذریعے ان کی برابر حفاظت کرتے رہیں' جاہلیت کے اعمال وامور اس کی جہالت وسفاہت ضلالت وگمراہی سے بچتے رہیں تاکہ اللہ رب العزت کی خوشنودی ورضاجوئی کا حق دار ٹھہریں نیز اس کے غیظ وغضب کا شکار نہ ہوں.

حدیث پاک میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : (أبغض الناس إلى الله ثلاثة ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ومطلب دم امرئ بغير

حق ليهريق دمه) [صحیح بخاری (۶۸۸۲)] یعنی "لوگوں میں سے تین لوگ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند ہیں جو حرم میں الحاد کرے اور جو اسلام میں جاہلیت کے طریقوں کو تلاش کرے اور جو ناحق کسی آدمی کی خونریزی کا طالب ہو" اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے .

یہاں اس موضوع سے متعلق ایک نہایت اہم اور مفید کتاب کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا وہ کتاب (المسائل التی خالف فیها رسول الله أهل الجاهلية) ہے جس کی مجدد الامۃ شیخ الاسلام علامہ محمد بن عبدالوہاب نے تالیف فرمائی ہے چنانچہ ہر مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ وہ اس بیش بہا کتاب سے فائدہ اٹھائے' اسی کے پیش نظر مؤلف اس کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں" یہ وہ امور ہیں جن میں آپ ﷺ نے ان اہل جاہلیت کی مخالفت کی ہے جو کہ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں میں سے تھے چنانچہ ان امور کا جاننا ہر مسلمان پر واجب ہے اور کسی کو ان کی معرفت کے بغیر چارۂ کار نہیں" .

ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ انہیں جزائے خیر دے اور ہمیں ان کے علم اور نصیحتوں سے فائدہ پہنچائے نیز جاہلیت کے راستوں سے اور اہل ضلالت کے طور طریقوں سے ہمیں محفوظ رکھے بے شک اس کی پاک اور منزہ ذات سے ہی مانگنے اور سوال کرنے کے لائق ہے .

☆☆☆

(۴)

عورتوں کے متعلق آپ ﷺ کی وصیت

منجملہ امور میں سے جو آپ نے عرفہ کے خطبے میں ذکر کیا عورتوں کے متعلق آپ کی جامع وصیت ہے جس میں آپ نے ان کے حقوق کی رعایت' ان کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت کا حکم دیا چنانچہ آپ نے فرمایا : **(فاتقوا الله في النساء فإنكم أخذتموهن بأمان الله ، واستحللتم فروجهن بكلمة الله ، ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه، فإن فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح، ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف)** [صحیح مسلم (۱۲۱۸)' جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث].

یعنی آپ نے فرمایا:'' عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالی سے ڈرو؛ تم نے انہیں اللہ کے عہد و پیمان سے لیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلام سے حلال کیا ہے ان کے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مارو ایسی مار جو انہیں زخمی نہ کردے اور ان کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم بھلائی کے ساتھ ان کے خوراک و پوشاک کا انتظام کرو ''.

یہ ایک عظیم وصیت ہے جس پر عمل کرنا تقوی کی علامت ہے کیونکہ آپ نے فرمایا : **(فاتقوا الله في النساء فإنكم أخذتموهن بأمان الله)** یعنی'' عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالی سے ڈرو؛ تم نے انہیں اللہ کے عہد وامان کے ذریعے اپنی ماتحتی میں لیا ہے'' اس کا

مطلب یہ ہے کہ وہ ایذا رسانی سے محفوظ رہیں کیونکہ وہ اللہ کے امان کے ذریعہ مومنوں کے پاس مامون ہیں .

اور آپ کا یہ فرمان : (**واستحللتم فروجهن بكلمة الله**) یعنی "تم نے ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلام سے حلال کیا ہے" یعنی اس کے حکم اس کی تشریع اور تحلیل کی بنا پر ایسا ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿ **فانكحوا ما طاب لكم من النساء** ﴾ [النساء : ۳] یعنی "عورتوں میں جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرلو" .

چنانچہ غور کریں، ایک مسلمان عورت کے لئے یہ کتنا بلند مقام ہے اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس عظیم موقع پر اس عظیم خطبے میں اس کے سلسلے میں خصوصی وصیت فرمائی اور ان کے حقوق بیان فرمائے نیز ان کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا پھر آپ نے اس کے علاوہ بھی مختلف جگہوں پر عورتوں کے سلسلے میں وصیت فرمائی ہے چنانچہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (**استوصوا بالنساء فإن المرأة خلقت من ضلع، وإن أعوج شيء في الضلع أعلاه، فإن ذهبت تقيمه كسرته، وإن تركته لم يزل أعوج، فاستوصوا بالنساء**) [صحیح بخاری (۳۳۳۱)، صحیح مسلم (۱۴۶۸)] یعنی "عورتوں کا اہتمام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپری حصہ سب سے ٹیڑھا ہوتا ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو توڑ دوگے اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دوگے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی چنانچہ بہتر یہی ہے کہ عورتوں کے ساتھ رعایت اور حسن سلوک کرو" .

لہذا ہر مسلمان عورت کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ وہ اسلام کے

سایۂ عاطفت میں ایک باعزت جاہ وحشمت سے پر زندگی بسر کرتی ہے جہاں اس کے شرعی حقوق کی مکمل رعایت کی جاتی ہے چنانچہ اس کی زندگی اس عورت کی زندگی سے بالکل مختلف ہوتی ہے جو زمانہ جاہلیت کے سائے میں زندگی بسر کر رہی تھی پھر جو بھی شخص بنظر انصاف مسلمان عورت کی اسلامی تعلیمات نیز اس کی رہنمائی کے سائے میں بسر ہونے والی زندگی پر غور کریگا اچھی طرح یہ بات اس کی سمجھ میں آجائے گی کہ اسلام عورت کو پستی سے نکالنے اور فساد کی زندگی سے نجات دہندگی کا نام ہے کیونکہ درحقیقت اسی کے سائے میں ایک عورت عزت وعفاف 'پاکیزگی وطہارت' شرم وحیا' باحجاب' محفوظ اور بلند مرتبت زندگی گزار سکتی ہے پھر یہ چیز عورتوں کی اسلامی زندگی اور ان کی جاہلیت کی زندگی میں موازنہ کرنے سے مزید واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے ساتھ تعامل شادی بیاہ وغیرہ کے رسوم میں دونوں زندگیوں میں کتنا عظیم اور واضح فرق پایا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں عروہ بن الزبیر سے روایت کی ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں چار طرح کے نکاح ہوتے تھے' ان میں ایک نکاح تو یہی ہے جو آج رائج ہے کہ آدمی کسی آدمی کو اس کی لڑکی یا اس کی ماتحتی میں رہنے والی کسی لڑکی کے سلسلے میں پیغام دیتا ہے' پھر مہر کے بعد اسے اپنے نکاح میں لے لیتا ہے اور دوسرا نکاح اس طرح تھا کہ اس کی بیوی جب حیض سے پاک ہو جاتی تو اس سے کہتا فلاں کے پاس جاؤ اور اس کے پاس رہ کر اس سے مباشرت کرو تا کہ لڑکا ہو پھر آدمی اپنی بیوی کو اس وقت تک چھوڑے رکھتا جب تک کہ اس شخص سے حمل ظاہر نہ ہو جائے جس سے اس نے مباشرت کی ہے اور جب حمل ظاہر ہو جاتا اگر اس کے شوہر کو رغبت ہوتی تو وہ اس سے جماع کرتا' یہ طریقہ بچے کی نجابت کی خاطر اختیار کیا جاتا تھا اور اس نکاح کو نکاح استبضاع کہا جاتا تھا اور تیسرا نکاح اس طرح ہوتا تھا

کہ ایک جماعت جس کی تعداد دس سے کم ہوتی تھی کسی عورت کے پاس آتے اور سب اس سے جماع کرتے پھر جب وہ حمل کے مراحل سے گزر کر وضع حمل تک پہنچتی تو ایک رات کے بعد سب کو بلاتی اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ انکار کرے چنانچہ سب اکٹھا ہوتے اور ان میں سے کسی ایک کو حسب منشاء وہ کہتی کہ اے فلاں یہ تمہارا بیٹا ہے چنانچہ وہ اس کا بیٹا مان لیا جاتا اور وہ اسی کی طرف بلا چون وچرا منسوب ہو جاتا اور چوتھے نکاح کی صورت کچھ اس طرح تھی کہ بہت سارے لوگ ایک عورت کے پاس آتے اور وہ کسی کو نہ روکتی کیونکہ یہ زانیہ عورتیں ہوتی تھیں جنہوں نے اپنے دروازوں پر جھنڈے نصب کرر کھے ہوتے تھے تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ زانیہ عورتیں ہیں تاکہ حسب رغبت ان کے پاس آکر اپنی حاجت پوری کریں اور جب ان میں سے کوئی حمل سے گزر کر ولادت تک پہنچ جاتی تو جن لوگوں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے سب کو اکٹھا کیا جاتا اور قیافہ شناس کو بلایا جاتا پھر اس قیافہ شناسی کی روشنی میں بچے کو کسی ایک کے حوالے کر دیا جاتا اور وہ بلا چون وچرا اسے اپنا بیٹا تسلیم کر لیتا اور انکار کی جرأت بالکل نہ ہوتی۔ چنانچہ جب اسلام کی روشنی آئی اور اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے آج رائج شدہ نکاح کے علاوہ جاہلیت کے سارے نکاح ختم کر دئے اور ان رسومات کو ڈھادیا" عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات یہاں تک پوری ہوگئی [صحیح بخاری (۵۱۲۷)].

عورت کو زمانہ جاہلیت میں جانوروں چوپایوں اور دیگر ساز وسامان کی طرح خریدا اور بیچا جاتا تھا اور زبردستی شادی اور زنا کرانے پر مجبور کی جاتی تھی اور اسے اور اس کے مال کو بطور میراث لے لیا جاتا تھا البتہ وہ کسی کا وارث نہیں بنتی تھی اور لوگ اسے اور اسکے مال کو اپنی ملکیت بنا لیتے تھے لیکن وہ حق ملکیت سے محروم تھی اور جو لوگ اسے حق ملکیت دیتے تھے ان میں سے

اکثر و بیشتر لوگ اس ملکیت میں اسے حق تصرف سے محروم رکھتے تھے اور اپنی ملکیت کو بھی بغیر مرد کی اجازت کے قطعاً خرچ نہیں کر سکتی تھی اس طرح عورت کے مال میں تصرف کا اختیار اس کے بجائے شوہر کو دیا جاتا تھا' یہ زمانہ جاہلیت کے ظلم و زیادتی کی چند جھلکیاں ہیں علاوہ ازیں اور کتنے مظالم تھے جو عورتوں پر روا رکھے جاتے تھے جنہیں عورتوں کی نازک اور کمزور ذات جھیلتی اور اس کے کڑوے گھونٹ بکراہت اپنے حلق سے نیچے اتارتی تھی پھر اللہ رب العزت نے دین اسلام کے ذریعہ اسے ان تمام مظالم اور تاریکیوں سے باہر نکال دیا اور ہر قسم کی ظلم و زیادتی سے نجات دلائی.

بے شک دین اسلام نے اپنے درست ہدایات' روشن تعلیمات اور پر حکمت ارشادات و توجیہات کے ذریعہ مسلمان عورت کی مکمل حفاظت کی ہے' اس کی عزت و آبرو کو محفوظ کیا ہے' اس کی باعزت و باسعادت زندگی کی کفالت کی ہے اور اس کے لئے ایک ایسی شاندار و پر سکون زندگی کے اسباب مہیا کیا ہے جو شبہات و خرافات کی جگہوں سے دور اور شر و فساد اور فتنوں اور آزمائشوں سے بعید تر ہے' اسی لئے اسلامی تعلیمات عورت کے امن و امان کے لئے اساس و اصل کا درجہ رکھتے ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تمام معاشرے اور سوسائٹی کے لئے اسلامی تعلیمات و توجیہات امن و امان نیز ایسی پر سکون زندگی کا باعث ہیں جو فتنہ و فساد اور مصائب و آزمائش سے پاک ہے اور جب عورتوں سے متعلق اسلامی تعلیمات کسی معاشرے سے رخصت ہو جاتی ہیں تو فساد و بگاڑ اور مصائب و پریشانیاں اسے اپنی آماجگاہ بنا لیتی ہیں تاریخ کے اوراق اس بات پر گواہ ہیں جو شخص تاریخ کے پھیلے ہوئے اوراق کو بنظر غائر دیکھے گا اس پر یہ حقیقت منکشف ہو جائیگی کہ تہذیبوں کے زوال' معاشروں اور سوسائٹیوں کے انحلال' اخلاقی بگاڑ' رذیل اور گھٹیا چیزوں کے رواج' جرائم کے انتشار کا سبب عورت کا اسلامی بابرکت تعلیمات

وپرحکمت توجیہات سے انحلال وانحراف ہے.

اس لئے ہر مسلمان عورت پر واجب ہے کہ شرح صدر کے ساتھ اور پورے طیب قلب سے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر اچھی طرح عمل کرتی رہے تا کہ نہ صرف ایک پر سکون زندگی اسکا مقدر بنے بلکہ اپنے رب کی رضا وخوشنودی اور دینا وآخرت کی سعادت وکامرانی سے بھی سرفراز ہو اور اسی طرح وہ لوگ جو عورتوں کے سرپرست وذمہ دار ہیں ان پر بھی واجب ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت اور اس کے اجر وثواب کے حصول اور اس کے تقوی کے بموجب ان کی اچھی تربیت کریں انہیں اسلامی آداب وتعلیمات سے روشناس کرائیں ان کی عزت وتکریم اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں کیونکہ یہ عین اللہ کی اطاعت اور اس کے ثواب کے حصول کا باعث ہے اور یہی اس کے تقوی کا تقاضا بھی ہے، صرف اللہ ہی کا سہارا ہے اس کے سوا کوئی رب نہیں اس کی توفیق کے بغیر ساری قوت وطاقت ہیچ ہے .

☆☆☆

(۵)

مسلمانوں کے جان مال اوران کی عزت وآبروکی تحریم

صحیحین وغیرہ میں یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے یوم النحر کوخطبہ دیااور جس چیز پر اس خطبے میں سب سے زیادہ زور دیا وہ مسلمانوں کے جان مال اوران کی عزت وآبرو کی حرمت تھی اس سلسلے میں کئی حدیثیں مختلف صحابہ کرام سے مروی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں.

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن لوگوں کو یہ کہتے ہوئے خطاب فرمایا: (**يا أيها الناس، أي يوم هذا؟ قالوا: يوم حرام. قال: فأي بلد هذا؟ قالوا: بلد حرام. قال: فأي شهر هذا؟ قالوا: شهر حرام. قال: فإن دماء كم وأموالكم وأعراضكم حرام كحرمة يومكم هذا، في بلدكم هذا، في شهركم هذا، فأعادها مرارا ثم رفع رأسه فقال: اللهم هل بلغت؟ اللهم هل بلغت؟ قال ابن عباس رضي الله عنهما: فوالذي نفسي بيده إنها لوصيته إلى أمته، فليبلغ الشاهد الغائب، لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض**) [صحیح بخاری (۱۷۳۹)] .

یعنی آپ نے فرمایا: '' اے لوگو! یہ کون سادن ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت والا دن ہے.آپ نے فرمایا: یہ کون ساشہر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا :یہ حرمت والاشہر ہے. آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ حرمت والامہینہ ہے. تب آپ نے فرمایا

: بے شک تمہارے خون' تمہارے اموال' اور تمہارے عزت وناموس کی حرمت ایسے ہی ہے جیسے اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینے میں ہے. آپ نے اسے کئی بار کہا پھر آپ نے سر کو بلند کر کے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟'' ابن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک یہ آپکی اپنے امت کو ایک عظیم وصیت ہے ''حاضر غائب کو پہنچا دے' تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو'' اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے .

ابو بکرہ نفیع بن الحارث ثقفی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں یہ کہہ کر خطاب فرمایا :(أتدرون اي يوم هذا ؟ قلنا: الله ورسوله أعلم. فسكت حتى ظننا أنه سيسميه بغير اسمه' قال : أليس يوم النحر؟ قلنا: بلى. قال : أي شهر هذا ؟ قلنا: الله ورسوله أعلم. فسكت حتى ظننا أنه سيسميه بغير اسمه' فقال: أليس ذو الحجة ؟ قلنا : بلى. قال : أي بلد هذا ؟ قلنا: الله ورسوله أعلم. فسكت حتى ظننا أنه سيسميه بغير اسمه' قال : أليست بالبلدة الحرام ؟ قلنا : بلى . قال : فإن دماء كم وأموالكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا' في شهركم هذا' في بلدكم هذا إلى يوم تلقون ربكم' ألا هل بلغت ؟ قالوا: نعم. قال: اللهم اشهد فليبلغ الشاهد الغائب' فرب مبلغ أوعى من سامع' فلا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض) [صحیح بخاری (۱۷۴۱)' صحیح مسلم (۱۶۷۹)] .

یعنی آپ نے فرمایا:'' کیا جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا : اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں پھر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اسے

کسی دوسرے نام سے موسوم کریں گے؛ آپ نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں؛ آپ نے فرمایا: یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اوراس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں پھر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اسے کسی دوسرے نام سے موسوم کریں گے؛ آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں؛ آپ نے فرمایا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اوراس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں پھر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اسے کسی دوسرے نام سے موسوم کریں گے؛ آپ نے فرمایا: کیا یہ حرمتوں والا شہر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں؛ تب آپ نے فرمایا: جان لو کہ تمہارے خون تمہارے مال تمہاری عزت وآبرو کی حرمت بھی قیامت تک ایسے ہی ہے جیسا کہ آج کے دن کی حرمت اس مہینے اوراس شہر میں ہے. خبردار! کیا میں نے اپنے رب کا پیغام پہنچادیا؟ سبھوں نے کہا ہاں. آپ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہ.تم میں سے جو شخص حاضر ہے وہ غائب کو پہنچادے کیونکہ بہت سے غائب جن کو پیغام پہنچایا جاتا ہے سامع سے زیادہ باسمجھ ہوتے ہیں؛ میرے بعد تم کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو"

یہ حدیث متفق علیہ ہے یعنی اس کو امام بخاری وامام مسلم نے روایت کیا ہے.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منی میں فرمایا:

(أي يوم هذا؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، فقال : فإن هذا يوم حرام؛ أفتدرون أي بلد هذا؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال : بلد حرام؛ أفتدرون أي شهر هذا؟ قالوا : الله ورسوله أعلم، قال: شهر حرام؛ قال : فإن الله حرم عليكم دماء كم وأموالكم وأعراضكم كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا، في بلدكم هذا)

[صحیح بخاری (۱۷۴۲)] .

یعنی آپ نے فرمایا: "یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں؛ آپ نے فرمایا: یہ حرمت کا دن ہے؛ کیا تم جانتے ہو یہ کونسا شہر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں؛ آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا شہر ہے؛ کیا تم جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں؛ آپ نے فرمایا: یہ حرمتوں والا مہینہ ہے؛ تب آپ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالی نے تم پر تمہارے خون مال اور عزت وآبرو کو اسی طرح حرام کر دیا ہے جیسا کہ آج کے دن کی حرمت اس ماہ حرام اور اس شہر حرام میں ہے" اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے .

جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں ان سے کہا (استنصت الناس) کہ "لوگوں کو خاموش کرو" اس کے بعد آپ نے فرمایا: (لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض) [صحیح بخاری (۱۲۱)، صحیح مسلم (٦٥)] یعنی" تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو" مذکورہ بالا احادیث نبویہ کے علاوہ اس معنی کی بکثرت احادیث موجود ہیں.

چنانچہ یہ عظیم خطبہ اور پر مغز کلام مسلمانوں کے جان و مال اور ان کی عزت وآبرو کی سخت حرمت پر دال ہے اور کسی بھی صورت میں اس پر زیادتی روا نہیں ہے.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اصل یہ ہے کہ مسلمانوں کا خون؛ ان کی عزت وآبرو؛ ان کا مال ایک دوسرے پر حرام ہے جسکی حرمت اللہ اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر پامال نہیں کی جاسکتی؛ چنانچہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں انہیں خطاب

کرتے ہوئے فرمایا: (إن دماء کم وأموالکم وأعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا، في بلدکم هذا، في شهرکم هذا) [صحیح بخاری (۱۷۴۱)، صحیح مسلم (۱۶۷۹)، ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث] یعنی ''بے شک تمہارا خون، تمہارا مال، اور تمہارے عزت وناموس کی حرمت ایسے ہی ہے جیسے اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینے میں ہے'' اور فرمایا: (کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه) [صحیح مسلم (۲۵۶۴)، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث] یعنی ''ہر مسلمان کا خون مال عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے'' نیز فرمایا: (من صلی صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأکل ذبیحتنافهو المسلم له ذمة الله ورسوله) یعنی'' جس نے ہماری نمازیں ادا کیں، ہمارے قبلے کا استقبال کیا، ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ وامان ہے'' نیز فرمایا: (إذا التقی المسلمان بسیفیهما فالقاتل والمقتول في النار؛ قیل یارسول الله هذا القاتل؛ فما بال المقتول؟ قال إنه أراد قتل صاحبه) [صحیح بخاری (۳۱)، صحیح مسلم (۲۸۸۸)، ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث] یعنی'' جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لیکر ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوں تو قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں؛ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ قاتل ہے لیکن مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کا خواہاں تھا'' نیز فرمایا: (لا ترجعوا بعدي کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض) [صحیح بخاری (۱۲۱)، صحیح مسلم (۶۵) جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث] ''تم میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو'' نیز فرمایا: (إذا قال المسلم لأخیه یاکافر فقد باء بها أحدهما) [صحیح بخاری (۶۱۰۴)، صحیح مسلم (۶۰)، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث] ''اگر کسی مسلمان نے اپنے بھائی

کو اے کافر کہکر بلایا تو ان دونوں میں سے ایک کفر کے ساتھ واپس ہوا'' مذکورہ بالا تمام احادیث صحاح میں موجود ہیں'' [مجموع الفتاوی (۲۸۳/۳)].

چنانچہ آپ نے ان تینوں چیزوں کی حرمت کی سخت تاکید کی اور انتہائی مؤثر اور بلیغ انداز میں ایک مسلمان کے جان و مال اور اس کی عزت وآبرو کی حرمت کی وضاحت فرمائی اور بتادیا کہ ان کی حرمت ویسے ہی ہے جیسے یوم حرام کی حرمت ماہ حرام اور شہر حرام میں، پھر موقع ومحل کا خیال کر کے آپ نے اس کا بار بار اعادہ وتکرار کیا نیز حاضرین کو غائبین تک پہنچانے کا حکم دیا نیز ان ساری چیزوں کو استفہام کے بلیغ اسلوب میں پیش کیا تا کہ ان کے ذہنوں میں اس دن مہینے اور شہر کی جو حرمت بیٹھی ہوئی ہے اور ان کے قلوب واذہان میں جو اس کا احترام ہے اسی روشنی میں وہ ان چیزوں کی حرمت کو بھی سمجھ لیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے تمہیدا اس دن کی حرمت اور اس مہینے کی حرمت اور اس شہر کی حرمت سے گفتگو شروع کی تا کہ ایک مسلمان کے خون مال اور عزت وناموس کی حرمت اچھی طرح انہیں ذہن نشین ہو جائے .

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:'' دراصل آپ نے جان مال اور آبرو کی حرمت کو دن شہر اور مہینے کی حرمت سے اس لئے مشابہت دی کیونکہ مخاطبین کے دل ودماغ میں ان کی حرمت بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی حرمت کی نہ صرف وہ پاسداری کرتے تھے بلکہ جو لوگ اس کی ناپاسداری کرتے تھے ان پر نکیر کرتے اور اسے عیب گردانتے تھے پھر آپ نے پیشگی طریقہ سوال کو اختیار کیا تا کہ انہیں اس حرمت کی یاد دہانی کرادیں اور ان کے دلوں میں پہلے سے بیٹھی ہوئی حرمت کی روشنی میں اس چیز کو پوری تاکید سے بیان کردیں جسکو آپ ان کے ذہن من بٹھانا اور پیوست کرنا چاہتے ہیں'' [فتح الباری (۵۷۶/۳)].

پھر آپ نے اس خطبے کے اخیر میں خون کی حرمت کے تعلق سے لوگوں کو دوبارہ ڈرایا اور یہ کہہ کر خبردار کیا: (**لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض**) [صحیح بخاری (۱۷۴۱)، صحیح مسلم (۱۶۷۹)، ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث] یعنی'' تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو''.

یہ بہت بڑی تنبیہ وتحذیر ہے کیونکہ آپ نے ایک دوسرے کی گردن مارنے والے کو کافر اور اس عمل کو کفر کا نام دیا ہے [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۷/۳۵۵)] البتہ یہ کفر ملت اسلام سے خارج کر دینے والا کفر نہیں ہے بلکہ کفر کے مراتب ودرجات ہیں اور یہ کفر ملت سے خارج کر دینے والے کفر سے ادنی اور کمتر ہے لیکن حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عمل کفر کے بدترین شاخوں میں سے ایک شاخ اور اس کے رذیل خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے اسی لئے اسلام نے لوگوں کو اس سے ڈرایا اور انہیں اس سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی تا کہ لوگوں کے دل مل جائیں سب ایک دوسرے سے میل محبت سے رہیں ان کا خون ناحق نہ بہایا جائے نیز آپ کا یہ فرمان : (**سباب المسلم فسوق وقتاله كفر**) ''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑائی جھگڑا کرنا کفر ہے'' بھی حدیث مذکور کے ہم معنی ہے .

لہذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس عظیم گناہ اور بدترین معصیت کے ارتکاب سے پرہیز کرے اور اپنے دامن کو اس کی آلودگی سے حد درجہ دور رکھے اس گناہ عظیم سے مراد کسی مسلمان کی عزت وآبرو اس کے جان مال پر اعتدااور ظلم ہے مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں اس کی سخت حرمت واضح طور سے عیاں ہو جاتی ہے .

ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خط لکھا کہ میرے پاس مکمل علم لکھ کر ارسال

فرما دیجئے' آپ نے جوابا اس کو لکھا کہ "علم کا دریا تو بہت وسیع ہے لیکن اگر تم سے ہو سکے تو اللہ تعالی سے اس حالت میں ملو کہ تمہاری پیٹھ پر لوگوں کے خون کا بوجھ نہ ہو اور تمہارا جسم ان کے ناجائز مال کی آمیزش سے پاک ہو اور تمہاری زبان ان کی عزت و آبرو پر اعتدا سے گونگی ہو اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو اگر تم سے ایسا ہو سکے تو ضرور کرو" [سیر أعلام النبلاء (۲۲۲/۳)].

چنانچہ یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ کتنی بڑی نصیحت اور کتنا جامع علم ہے جو آپ نے اس شخص کو جوابا ارسال فرمایا' بس اللہ رب العزت ہی توفیق دینے والا ہے.

☆☆☆

(٦)

پانچ ایسی خصلتوں کا ذکر جو جنت میں دخول کی موجب ہیں

حجۃ الوداع کے خطبے میں جو چیزیں آپ نے بیان فرمائیں ان میں سے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں یہ خطاب کرتے ہوئے سنا : (**اتقوا ربكم، وصلوا خمسكم، وصوموا شهركم، وأدوا زكاة مالكم، وأطيعوا ذا أمركم تدخلوا جنة ربكم**) [سنن ترمذی (٦١٦)، وقال :(**هذا حديث حسن صحيح**) نیز البانی نے صحیح سنن ترمذی (١/ ٣٢٧) میں اسے صحیح کہا ہے] **ورواه أحمد والحاكم بلفظ** : (**اعبدوا ربكم**) [مسند احمد (٥/٢٥١)، مستدرک حاکم (١/ ٩)، البانی نے سلسلہ صحیحہ (٨٦٧) میں اسے صحیح کہا ہے].

یعنی آپ نے فرمایا: '' اپنے رب سے ڈرو، پانچوں وقت کی نمازیں ادا کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، اپنے مال کا زکاۃ ادا کرو، اپنے امراء کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے'' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اسے امام احمد اور حاکم نے (**اعبدوا ربكم**) ''اپنے رب کی عبادت کرو'' کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے .

چنانچہ دخول جنت اور اس کی نعمتوں کے حصول اور اس کی خیرات ولذات کی ظفریابی کے موجبات کے ذکر میں یہ ایک جامع وصیت ہے، یہ جنت اللہ رب العزت کا اپنے فرمانبردار

اور صالح بندوں کے لئے تیار کردہ گھر اور ٹھکانہ ہے جس میں اللہ تعالی نے ایسی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی کے خیال میں گزرا ہے ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين جزاء بما كانوا يعملون ﴾ [السجدة : ١٧] ''کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ کرتے تھے یہ اسکا بدلہ ہے'' .

اس حدیث میں آپ کے فرمان (تدخلوا جنة ربكم) ''اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے'' میں جنت کی اضافت اللہ تعالی کی طرف کرنے سے نہ صرف جنت کے بلند مرتبہ اور اعلی درجہ کی نشاندہی ہوتی ہے بلکہ اس کے عظیم شان کا بھی پتہ چلتا ہے' نبی کریم ﷺ نے دخول جنت اور اس کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے پانچ اہم اسباب بیان کیا ہے .

١ - آپ کا فرمان: (اتقوا ربكم) یعنی اپنے رب کے اوامر کی پابندی اور اس کے نواہی سے گریز کر کے اس سے ڈرو' تقوی کا اصل مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے اور اس چیز کے درمیان جس سے وہ ڈرتا ہے ایک ڈھال بنالے جس کے ذریعہ وہ محفوظ رہے اسی طرح بندے کا اپنے رب سے تقوی کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے اور اپنے رب کے غیظ وغضب اور اس کی عقاب اور سزا کے درمیان طاعت وفرمانبرداری نیز معصیت سے اجتناب کا ڈھال بنالے جیسا کہ طلق بن حبیب رحمہ اللہ نے فرمایا' ''اللہ سے تقوی کا مطلب اللہ کے رحمت کی امید میں علی وجہ البصیرۃ اس کی نازل کردہ شریعت کے مطابق اس کے طاعت کی بجا آوری نیز اس کے عذاب کے خوف سے اسکی نافرمانی ومعصیت سے گریز ہے'' [کتاب الزهد لعبد اللہ بن المبارک (١٣٤٣)' کتاب الزهد لهناد بن السري (٥٣٢) ' اور البانی نے اسے کتاب الإیمان لابن أبي شیبة کی تخریج (ص:

۳۹) میں صحیح کہا ہے] چنانچہ تقوی جد واجتہاد اور نفس کی بھلائی وخیر خواہی کا نام ہے جو اللہ تعالی کی طاعت وفرمانبرداری اور اسکو راضی کرنے والی چیزوں بالخصوص فرائض وواجبات پر عمل اور معاصی ومنکرات سے دوری کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے .

اسی طرح تقوی کے مفہوم میں اس دین کے اصول وعقائد اور اسلامی شرائع وعبادات پر عمل اور ان کی ادائیگی بھی داخل ہے کیونکہ یہ ساری چیزیں تقوی کے خصال اور متقیوں کے اوصاف میں سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ﴿ ليس البر أن تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملائكة والكتاب والنبيين وآتى المال على حبه ذوي القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل والسائلين وفي الرقاب وأقام الصلاة وآتى الزكاة والموفون بعهدهم إذا عاهدوا والصابرين في البأساء والضراء وحين البأس أولائك الذين صدقوا وأولائك هم المتقون ﴾ [البقرة : ١٧٧] .

'' ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالی پر قیامت کے دن پر فرشتوں پر کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو' جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں یتیموں مسکینوں مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے' غلاموں کو آزاد کرے' نماز کی پابندی اور زکاۃ کی ادائیگی کرے' جب وعدہ کرے تب اسے پورا کرے' تنگدستی دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے' یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں'' .

۲ - آپ کا فرمان: (**وصلوا خمسكم**) یعنی پانچوں فرض نمازوں کی پابندی کرو کیونکہ ان کی پابندی جنت میں دخول کا باعث اور ان کا ضیاع جہنم میں دخول کا سبب ہے نیز یہ دین کا ستون اور شہادتین کے بعد سب سے بڑا رکن ہے اور یہ بندے اور رب کے درمیان واسطہ ہے اسی کے بارے میں سب سے پہلے قیامت کے دن حساب ہوگا پس اگر یہ بہتر ہوئی تو سارا کام بہتر ہوگا اور اگر یہ خراب ہوئی تو سارا کام خراب ہو جائے گا اور یہی مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی ہے' اسے قائم رکھنا ایمان اور ضائع کرنا کفر ہے' جس کی نماز نہیں اس کا دین نہیں اور جس نے اسے ضائع کر دیا اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں .

مسند احمد وغیرہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: (**من حافظ عليها كانت له نورا وبرهانا ونجاة يوم القيامة' ومن لم يحافظ عليها لم يكن له نور ولا برهان ولا نجاة' وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون وهامان وأبي بن خلف**) [مسند احمد (۲/۱۶۹)' صحیح ابن حبان (۱۴۶۷) ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱/۲۹۲) میں کہا: ''احمد کے رجال ثقہ ہیں' اور شیخ ابن باز نے اس کی سند کو حسن کہا ہے' مجموع فتاوی ابن باز (۱۰/۲۷۸)] یعنی'' جس نے نماز کی حفاظت اور اس پر مداومت کی قیامت کے دن اس کے لئے وہ روشنی حجت اور نجات کا باعث ہوگی اور جس نے اس کی محافظت نہیں کی اس کے لئے نہ روشنی ہوگی نہ دلیل نہ نجات' نیز وہ قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابي بن خلف کے ساتھ ہوگا''.

۳ - آپکا فرمان: (**وصوموا شهركم**) یعنی بابرکت ماہ رمضان کے دنوں میں کھانے پینے اور دیگر تمام روزہ توڑ دینے والی چیزوں سے باز رہ کر صوم کو پورا کرو یہ مہینہ سال

میں صرف ایک بار آتا ہے اللہ تعالی نے اس مہینے میں بندوں پر روزہ رکھنا فرض کیا ہے ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ یاأیها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون أیاما معدودات﴾ [البقرة: ۱۸۳-۱۸۴].

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم تقوی اختیار کرو یہ گنتی کے چند ہی دن ہیں''.

یہ بہت مختصر اور تھوڑے ایام ہیں جنکا روزہ رکھنا انتہائی آسان اور سہل ہے' تمام مسلمان اس مبارک مہینے میں کھانے پینے اور جماع کے مزے ترک کرکے اس فریضے کی ادائیگی کرتے ہیں اور اللہ تعالی اس کے بدلے میں اپنے فضل واحسان سے ان کے دین میں تکمیل اور کمال میں اضافہ کرتا ہے اور انہیں اس ماہ مبارک کے اجر عظیم وخیر عمیم سے نوازتا ہے بلکہ جنت کے ایک دروازے کا نام ریان ہے اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے.

۴- آپ کا فرمان: (وادوا زکا ة مالکم) یعنی وہ زکاۃ جو اللہ تعالی نے تم پر فرض کیا ہے اور اسے مال میں ایک لازمی حق قرار دیا ہے اسے ادا کرو' پھر زکاۃ ایسے غریب شخص پر واجب نہیں جسکا مال نصاب کو نہ پہنچتا ہو بلکہ مالداروں پر ان کے دین واسلام کی تکمیل' مال واخلاق میں برکت وزیادتی' ان سے اور ان کے اموال سے آفات وشرور دور کرنے' انہیں برائیوں اور گناہوں سے پاک کرنے نیز ان کے فقراء ومساکین کی حاجت برآری اور غمخواری کیلئے فرض کیا گیا ہے' یہ ساری چیزیں اس مبارک اور عظیم عبادت کے کمال اور اس کے ڈھیر سارے منافع پر دال ہیں.

۵ - آپ کا فرمان: ﴿ وأطيعوا ذا أمركم ﴾ یعنی اپنے امراء اور اولیاء امور کی اللہ کی معصیت کے علاوہ امور میں اطاعت کرو، ان کی خیر خواہی کرو، اور ان کی اطاعت سے دست برداری نہ کرو، اور ان کے خلاف محاذ آرائی نہ کرو، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم ﴾ [النساء: ۵۹] ''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی'' یہی وجہ ہے کہ حجۃ الوداع میں بھی آپ نے اس امر کی اہمیت کے پیش نظر اس پر زور دیا چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں یحیی بن حصین سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع میں خطبہ کے دوران یہ کہتے ہوئے سنا: (ولو استعمل عليكم عبد يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له وأطيعوا) [صحیح مسلم (۱۸۳۸)] یعنی ''اگر تم پر کوئی غلام بھی ذمہ دار بنایا جائے جو کتاب اللہ سے تمہاری رہبری کرے تو اس کی سمع وطاعت تم پر واجب ہے'' اس لئے اس کو بھی دین کا ایک لازمی جزء اور اللہ تعالی سے قربت کا ایک ذریعہ ماننا ضروری ہے کیونکہ جس نے امراء و حکام کی اطاعت کا حکم دیا ہے اسی نے صوم وصلاۃ اور زکاۃ بھی کا حکم دیا ہے، یہ ساری چیزیں جنت میں دخول اور اللہ تعالی کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہیں.

حدیث میں ان پانچوں خصال کی نسبت واضافت مومنین کی طرف کی گئی ہے کیونکہ یہ صفات درحقیقت مومنین کی صفات اور ان کے کمال ایمان کے موجبات میں سے ہیں.

علامہ طیبی نے فرمایا: '' اس کی اور اس کے بعد مذکورہ چیزوں کی ان کی جانب اضافت

کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کو یہ بتلا دیا جائے کہ اپنی مخصوص کیفیت کے ساتھ یہ اعمال ان کے ان جملہ خصوصیات میں سے ہیں جن کی بنا پر وہ دوسری تمام امتوں سے ممتاز اور فائق ہیں، اسی طرح اس اسلوب خطاب کے ذریعہ ان کو فرمانبرداری وطاعت گزاری پر ابھارنا اور یہ یاددہانی کرانا ہے کہ اس عملی اضافت ونسبت کے مقابلے میں ایک اور زائد اضافت ونسبت ہے جو اس سے اعلی واتم اور افضل وعظیم الشان ہے اور وہ ایسی جنت ہے جس کی نسبت ربوبیت کی صفت کی جانب کی گئی جو کہ مومنین کے لئے مہیا نعمتوں کی مزید فراوانی کا پتہ دیتی ہے جس کی بنا پر وہ ساری امتوں سے الگ اور ان سے ممتاز وفائق ہیں'' [تحفۃ الأحوذی (۲۳۸/۳)].

اے اللہ! ہم تجھ سے ہمیشگی اور نعمتوں والی جنت میں دخول کی توفیق اور اس کے موجبات ومقتضی کے مطابق عمل کرنے پر نصرت واعانت کے طلبگار ہیں بے شک تو سننے اور قبول کرنے والا ہے .

☆☆☆

مومن، مسلم، مجاہد اور مہاجر کا بیان

امام احمد نے اپنی مسند میں فضالہ بن عبید سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا : (**ألا أخبركم بالمؤمن ؟ من أمنه الناس علي أموالهم وأنفسهم، والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله، والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب**) [مسند احمد (۲۱/۶)، البانی نے سلسلہ صحیحہ (۵۴۹) میں اسے صحیح کہا ہے] یعنی" کیا میں تمہیں مومن کے بارے میں نہ بتاؤں؟ مومن وہ ہے جسے لوگ امین تسلیم کریں اور اپنے جان مال کو اس کے شر سے محفوظ سمجھیں، مسلم وہ ہے جس کی زبان درازی و دست درازی سے مسلمان سالم رہیں، اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے، اور مہاجر وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں کو چھوڑ دے" .

یہ حدیث آپ کے ان وصایا و تعلیمات کا ایک حصہ ہے جنہیں آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی امت کی خیر خواہی کی خاطر انہیں بتایا اس حدیث میں ایمان اسلام جہاد اور ہجرت ان مبارک ناموں کے مسمیات کے کمال کا بیان ہے اور یہ مبارک القاب واوصاف جن پر دنیا وآخرت کی پوری سعادت کا انحصار ہے ان کے حقیقی مستحقین کی وضاحت اور ان کلمات کے معانی کی جامع اور شامل الفاظ میں بیان وتحدید بھی ہے .

نمبر۱: چنانچہ مومن وہ ہے جسے لوگ امین جانیں اور اپنے جان مال کو اس کے شر سے محفوظ سمجھیں کیونکہ ایمان جب دل میں متمکن ہو جاتا ہے اور اسکی روشنی سے دل بھر جاتا ہے تو وہ مومن کو ایمانی حقوق کی رعایت و پاسداری پر ابھارتا ہے مقتضیات ایمان میں سرفہرست امانت کی حفاظت' معاملات میں سچائی وراست بازی' لوگوں کے جان ومال میں ظلم وزیادتی سے اجتناب ہے اور جب انسان ان صفات کا خوگر ہو جاتا ہے تو لوگوں میں اس کی نیک خوئی مشہور ہو جاتی ہے اور لوگ اسے اپنی جان ومال پر امین جاننے لگتے ہیں اور اس پر ان کا اعتماد بیٹھ جاتا ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ یہ شخص امانت دار ہے امانتوں کی رعایت کرتا ہے اور انہیں ضائع نہیں کرتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ امانت داری ایمان کے اہم واخص واجبات میں سے ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (**لا إيمان لمن لا أمانة له**)[مسند احمد (۱۳۵/۳)' ابن حبان (۱۹۴)' انس بن مالک رضي الله عنہ کی حدیث' البانی نے صحیح موارد الظمآن (۴۲) میں اسے صحیح لغیرہ کہا ہے] یعنی'' جس کے اندر امانت داری نہیں اس کا ایمان بھی نہیں''.

نمبر۲: مسلم وہ ہے جس کی زبان درازی و دست درازی دونوں سے مسلمان محفوظ رہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت اسلام اللہ رب العزت کے سامنے خود سپردگی' اس کی عبودیت وبندگی کی تکمیل' اور مسلمانوں کے جملہ حقوق کی مراعات وادائیگی کا نام ہے' اسی طرح ایک آدمی کا اسلام اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مسلمانوں کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور یہ بات اسی وقت پیدا ہو سکتی جب وہ اس کی زبان درازی ودست درازی سے محفوظ ہوں کیونکہ یہی حقوق کی پاسداری کی بنیاد اور جڑ ہے اس لئے کہ جس کی زبان درازی ودست درازی سے مسلمان محفوظ نہ ہوں بھلا وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کی

رعایت اور ان کی ادائیگی کیسے کر سکتا ہے؟ اور جس نے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کے شر کا دائرہ اپنے مسلمان بھائیوں تک وسیع کر دیا وہ اسلام کی حقیقی ادائیگی سے کس قدر دور ہے؟ مسلمانوں کا اس کے قولی وفعلی شر سے سلامتی اس کے کمال اسلام کی دلیل اور پہچان ہے .

یہیں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مومن کا مرتبہ مسلم سے اونچا اور بلند ہے کیونکہ جس شخص کو لوگ اپنے جان و مال پر امین سمجھیں یقیناً وہ اس کے زبان و ہاتھ کے شر سے محفوظ ہوں گے کیونکہ اگر وہ اس کے شر سے سالم نہ ہوتے تو اسے اپنے جان و مال پر امین قطعاً تسلیم نہ کرتے اور مسلمان جس کے شر سے محفوظ ہوں ضروری نہیں کہ وہ ان کے نزدیک ان کے جان و مال کا امین بھی تسلیم کر لیا جائے اس لئے کہ بسا اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی لوگوں کو ایذاء رسانی سے دور رہتا ہو مگر پھر بھی لوگ اس خوف سے اسے امین نہ گردانتے ہوں کہ ہو سکتا ہے ایذاء رسانی سے اس کا بُعد اور امتناع ایمان کے بجائے کسی خوف یا لالچ کا ثمرہ ہو .

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی دقت پر غور کیجئے کہ آپ نے مسلم کی تفسیر ظاہری امور سے کی جو لوگوں کی اس سے سلامتی سے عبارت ہے جبکہ مومن کی تفسیر باطنی امر سے کی جو کہ لوگوں کے اپنے جان و مال پر اسے امین گردانے سے عبارت ہے .

نمبر۳ : مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری اس کے اوامر ونواہی کو بجالانے کے لئے اپنے نفس سے جہاد کرے کیونکہ نفس کا معاملہ بڑا ٹیڑھا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خیرات سے سست، برائی کا حکم دینے، مصائب و پریشانیوں کے وقت جلدی متاثر ہونے کی خوگر ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی طاعت وفرمانبرداری کی خوگری اور اس پر ثبات کے لئے جدوجہد

کی محتاج ہے' نفس کو اللہ تعالی کی نافرمانیوں سے باز رکھنے اور مصیبتوں کے وقت صبر کا عادی بنانے کے لئے بڑی کوشش اور محنت اور جہاد کی ضرورت ہے' درحقیقت یہی اطاعت وفرمانبرداری ہے کیونکہ اطاعت اوامر کی پابندی' نواہی سے پرہیز اور قضاوقدر پر صبر ورضا کا نام ہے لہذا حقیقی معنوں میں مجاہد وہ ہے جوان مقامات میں اپنے نفس سے جہاد کرے تا کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح ڈھنگ سے ادا کرنے کی خوگر ہو جائے .

جہاد نفس کے چار مراتب ہیں :

۱ — انسان اپنے نفس سے دین حق کی اس تعلیم کے حصول کی خاطر جہاد کرے جس کے بغیر انسانی نفس دنیوی واخروی سعادت وفلاح سے ہمکنار نہیں ہو سکتی' اور اگر وہ تعلیم کے اس زیور سے مزین نہ ہو سکی تو دارین کی شقاوت اس کا مقدر ہو گی.

۲ — انسان اپنے نفس سے اس علم کے بموجب عمل پر جہاد کرے کیونکہ علم بلا عمل اگر اسے نقصان نہیں پہنچا سکا تو نفع تو ہرگز نہیں پہنچا سکتا.

۳ — انسان اس علم کو لوگوں تک پہنچانے اور اسکی تعلیم عام کرنے کی خاطر اپنے نفس سے جہاد کرے کیونکہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس کا شمار ان لوگوں میں سے ہوگا جو اللہ رب العزت کی نازل کردہ ہدایت اور واضح نشانیوں کو لوگوں سے چھپاتے ہیں' ایسے شخص کا علم نہ اسے کوئی فائدہ پہنچائے گا اور نہ ہی اللہ کے عذاب سے نجات دہندہ ثابت ہوگا.

۴ — انسان اللہ رب العزت کی خوشنودی اور اس کی رضا کے حصول کے لئے دعوت وتبلیغ کی مشقتوں اور لوگوں کی اذیتوں اور آزمائشوں پر صبر کی خاطر اپنے نفس سے جہاد کرے .

ان مراتب کاذکر علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے [زاد المعاد (۳/۶)].

حدیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا (**أفضل الجهاد أن يجاهد الرجل نفسه وهواه**) [اسے ابن النجار نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح الجامع (۱۰۹۹) میں صحیح کہا ہے] یعنی ''افضل جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس اور اس کے خواہشات سے جہاد کرے''.

جب مسلمان جہاد بالنفس میں کوتاہی اور سستی کریں گے تو اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے سے عاجز و درماندہ رہ جائیں گے اور ان کے دشمن ان پر غالب ہو جائیں گے.

شیخ الإسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب بھی کفار مسلمانوں پر غالب ہوئے ہیں تو ایسا محض مسلمانوں کے گناہ کی وجہ سے ہوا کیونکہ گناہوں سے ان کے ایمان میں نقص اور فتور پیدا ہو گیا اور جب بھی انہوں نے اپنے ایمان کو توبہ و انابت کے ذریعہ پورا کیا تو اللہ تعالی نے ان کی نصرت و مدد فرمائی'' [الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح (۶/۴۵۰)].

نمبر۴: مہاجر وہ ہے جس نے گناہوں اور معصیتوں کو ہجر کر دیا ہو یعنی چھوڑ دیا ہو اور یہ ہجرت ہر مسلمان پر فرض عین ہے کسی بھی مکلّف سے کسی بھی صورت میں ساقط نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر محرمات کی بے حرمتی اور گناہوں و معصیتوں پر اقدام کو حرام قرار دیا ہے اور اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اتباع کو لازم قرار دیا ہے.

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ ہجرت اپنی معنویت میں (من یعنی سے) اور (الی یعنی تک) کو متضمن ہے یعنی اس میں بندہ اپنے دل کے ساتھ غیر اللہ کی محبت سے اللہ کی

محبت کی طرف' اور غیر اللہ کی بندگی سے اللہ کی بندگی کی طرف' اور غیر اللہ کے خوف ورجاء اور اس پر توکل سے اللہ کے خوف ورجا اور اس پر توکل کی طرف' غیر اللہ کو پکارنے اس سے سوال کرنے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے اللہ کو پکارنے اس سے مرادیں مانگنے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی طرف' گناہوں کے ارتکاب سے توبہ وانابت کی طرف' اور خوف وطمع کے مابین نہایت تذلل وخاکساری کے ساتھ اللہ کی طرف قدم بڑھاتا اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے.

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : (**المهاجر من هجر ما نهى الله عنه**) [صحیح بخاری (١٠) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث] یعنی'' مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالی کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دیا'' اور اللہ تعالی نے شرک' نفسانی خواہشات کی اتباع اور گناہوں کے ارتکاب سے منع کیا ہے لہذا حقیقی معنوں میں مہاجر وہی ہے جو ان امور کو ترک کردے اور خلوص نیت کے ساتھ اللہ واحد کی طرف متوجہ اور اس کے نبی کا سچا متبع اور ذنوب ومعاصی سے بالکل کنارہ کش ہو جائے .

مختصراً یوں جان لیں کہ جس شخص نے اس حدیث کے مدلول پر صحیح طریقہ سے عمل کیا تو اس نے مکمل دین پر عمل کیا کیونکہ جس کی دست درازی وزبان درازی سے مسلمان محفوظ اور لوگ اس سے اپنے جان ومال کے متعلق مامون ہو گئے اور جس نے اللہ کی منع کردہ چیزوں کو ترک کردیا اور اللہ کی طاعت پر اپنے نفس سے جہاد کیا' تو بلاشبہ اس نے دینی ودنیوی ظاہری وباطنی تمام کار خیر کو سمیٹ لیا اور تمام شر سے اپنے آپ کو بچالیا بس اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے

[ملاحظہ ہو: بہجۃ قلوب الأبرار لابن سعدي (ص : ١٧ - ١٩)].

(۸)

سنت کے حاملین کے لئے سرسبزی وشادابی کی دعا

حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے خطبوں میں سے آپ کا وہ مبارک خطبہ بھی ہے جسے آپ نے منی کے مقام خیف میں دیا تھا جیسا کہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ منی کے مقام خیف میں کھڑے ہوئے اور فرمایا :

(**نضّر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها ثم أداها إلى من لم يسمعها ' فرب حامل فقه لا فقه له' ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه ' ثلاث لا يغل عليهن قلب مؤمن إخلاص العمل لله' والنصيحة لولي الأمر' ولزوم الجماعة' فإن دعوتهم تكون من ورائهم**) [مسند احمد (۴/۸۰)' سنن ابن ماجہ (۳۰۵۶) سنن دارمی (۲۲۸)' مستدرک حاکم (۱/۸۶ - ۸۷) وغیرھا' البانی نے صحیح الجامع (۶۷۶۶) میں صحیح کہا ہے] . یعنی' اللہ تعالی اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے میری بات سن کر اسے محفوظ کیا پھر اسے اس شخص تک پہنچایا جس نے اسے نہیں سنا' پس بہت سے حامل فقہ فقیہ نہیں ہوتے' اور بہت سے حامل فقہ اپنے سے زیادہ فقیہ اور بابصیرت تک اسے پہنچاتے ہیں' تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے ایک مومن کا دل خائن یا حاقد نہیں ہوتا : اخلاص کے ساتھ لوجہ اللہ عمل کرنا' امیر کی خیر خواہی کرنا' جماعت کو لازم پکڑنا' کیونکہ مسلمانوں کی دعائیں ان کے پیچھے ہوتی اور ان کی حفاظت کرتی ہیں' .

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (نضّر

الله امرأ سمع مقالتي فوعاها وحفظها وبلغها' فرب حامل فقه إلى من هو أفقه منه' ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم : إخلاص العمل له' والنصح لأئمة المسلمين ' ولزوم جماعتهم ' فإن الدعوة تحيط من ورائهم)[سنن ترمذی (۲۶۵۸) ' سنن ابن ماجہ (۲۳۲)' مسند احمد (۱/۴۳۷)' صحیح ابن حبان (۶۶)' البانی نے صحیح سنن ترمذی (۳/۶۱) میں اسے صحیح کہا ہے] یعنی'' اللہ تعالی اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے میری بات سن کر اسے محفوظ کیا پھر اسے دوسروں تک پہنچایا' اور بہت سے حاملین فقہ اپنے سے زیادہ فقیہ اور بابصیرت تک اسے پہنچاتے ہیں' تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے سے ایک مسلمان کا دل خائن یا حاقد نہیں ہوتا : اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے عمل؛ مسلمانوں کے امراء وقائدین کی خیر خواہی' اوران کی جماعت کا التزام' کیونکہ دعائیں ان کے پیچھے سے ان کو گھیرے ہوتی ہیں'' اس حدیث کو ابونعیم نے اپنی کتاب: اخبار أصبہان (۲/۹۰) میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: (خطب رسول الله ﷺ في هذا المسجد مسجد الخيف) فقال وذكر الحديث. یعنی,,اللہ کے رسول ﷺ نے اس مسجد یعنی مسجد خیف میں خطبہ دیا'' تو آپ نے فرمایا اس کے بعد حدیث مذکور کو ذکر کیا .

اورزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا : (نضّر الله امرأ سمع منا حديثافحفظه حتى يبلغه غيره' فإنه رب حامل فقه ليس بفقيه' ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه ' ثلاث خصال لا يغل عليهن قلب مسلم أبدا : إخلاص العمل لله' ومناصحة ولاة الأمر' ولزوم الجماعة' فإن دعوتهم تحيط من ورائهم) وقال : (من كان همه

الآخرة جمع الله شمله، وجعل غناه في قلبه، وأتته الدنيا وهي راغمة، ومن كانت نيته الدنيا، فرق الله عليه ضيعته، وجعل فقره بين عينيه، ولم يأته من الدنيا إلا ما كتب له) [مسند احمد (۵/۱۸۳)، سنن دارمی (۲۲۹)، صحیح ابن حبان (۶۷) وغیرھا۔ البانی نے صحیح موارد الظمآن (۶۳) میں اسے صحیح کہا ہے] یعنی'' اللہ تعالی اس شخص کو ہرا بھرا رکھے جس نے میری حدیث کو سن کر اسے محفوظ کیا پھر اسے دوسروں تک پہنچایا' کیونکہ بہت سے حاملین فقہ فقیہ نہیں ہوتے' اور ان میں بہت ایسے ہیں جو میری بات کو اپنے سے زیادہ سمجھ اور بصیرت رکھنے والے تک پہنچاتے ہیں' تین خصلتیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے ایک مسلمان کا دل کبھی خائن یا حاقد نہیں ہوتا: اللہ کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل' امراء کی خیر خواہی' جماعت کا لزوم' کیونکہ مسلمانوں کی دعائیں ان کے پیچھے سے ان کو گھیرے ہوتی ہیں'' نیز ارشاد فرمایا: '' جس کا ہم وغم آخرت ہوتا ہے اللہ تعالی اس کے حالات کی اصلاح کر دیتا ہے اور اس کے امور کو بکھرنے سے بچا دیتا ہے اور اس کی تونگری و مالداری اس کے دل میں کر دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے اور جس کا مقصد حصول دنیا ہوتا ہے اللہ تعالی اس کے معاش و اسباب رزق کو بکھیر دیتا ہے اور اس کے فقر کو اس کے سامنے کر دیتا ہے اور دنیا سے اسے صرف وہی ملتا ہے جو اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے''.

اس حدیث کو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن کی تعداد بیس سے زیادہ ہے جن میں گزشتہ ناموں کے علاوہ معاذ بن جبل' أبو الدرداء' أنس بن مالک' نعمان بن بشیر' أبو سعید الخدری' أبو ہریرہ' عبداللہ بن عمر' جابر بن عبداللہ کے نام قابل ذکر ہیں' یہی وجہ ہے کہ کئی اہل علم نے اس حدیث کو احادیث متواترہ میں شمار کیا ہے' شاید اس کے متواتر ہونے کے اسباب

میں سے آپ ﷺ کا اسے منی کی مسجد خیف کے خطبے میں ارشاد فرماتا ہے .

خیف اس جگہ کو کہتے ہیں جو سیلاب کے بہاؤ سے بلند اور پہاڑ کے موٹے حصے سے نیچے ہوتی ہے چنانچہ منی کی مسجد کو مسجد خیف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ پہاڑ کے عریض دامن میں واقع ہے' بروقت یہ مسجد بہت کافی بڑی اور وسیع ہے اپنی تمام تر خدمات وسہولیات کے ساتھ ہزاروں مصلین کے لئے کافی ہے مملکت سعودی عرب نے اسکے بنانے واصلاح کرنے کا کافی اہتمام کیا ہے' حج کے دنوں میں اس میں مختلف قسم کے دروس ومحاضرات قائم کئے جاتے ہیں اور اس میں کئی جگہیں سائلین کی رہنمائی اور استفتاء کے لئے خاص کردی گئی ہیں' اللہ تعالی مملکت سعودی عرب کو مزید توفیق سے نوازے اور اس کی حفاظت فرمائے .

نبی کریم ﷺ نے منی میں لوگوں کو خطبہ اس لئے دیا کہ وہ عظیم جماعت جو حج میں حاضر ہوئی ہے وہ دین کا علم آپ سے سیکھ لیں اور آپ سے سنی ہوئی باتوں کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا دیں' یہ مکمل حدیث چار اہم نکات پر مشتمل ہے .

١- حدیث سننے اور اسے دوسروں تک پہنچانے والے کے لئے دعا .

٢ - حدیث کی تبلیغ کا فائدہ' یعنی اس سے فقہ ومسائل کا استنباط .

٣ - آپ کا فرمان (**ثلاث لا یغل علیهن قلب مسلم ...**) یعنی ,,تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے ایک مسلمان کا دل خائن یا حاقد نہیں ہوتا...'' .

٤ - آپ کا فرمان (**من كان همه الآخرة جمع الله شمله...**) یعنی ,, جس کا ہم وغم آخرت ہوتا ہے اللہ تعالی اس کے حالات کی اصلاح کر دیتا ہے اور اس کے امور کو بکھرنے سے بچا دیتا ہے ...'' .

اس حدیث کی ابتداء اس مبارک دعا سے ہوتی ہے جو ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنھوں نے آپ کی حدیث سنی اسے سمجھا اور جس طرح سنا اسی طرح اسے دوسروں تک پہنچادیا' چنانچہ اگر علم کی فضیلت اور اس کے شرف کے بیان میں اس کے علاوہ کوئی حدیث نہ وارد ہوتی تو یہ حدیث تنہا کافی تھی' کیونکہ یہ مبارک نبوی دعا ظاہر و باطن کے جمال پر مشتمل ہے اس لئے کہ سرسبزی و شادابی ایسا حسن ہے جو چہرے پر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ایمان دل میں راسخ' باطن اس سے بارونق اور دل اس سے لذت آشنا ہوجاتا ہے' اسی کے نتیجے میں یہ رونق وخوشی شادابی بن کر چہرے پر نمودار ہوتی ہے' اسی لئے اللہ تعالی ایسے شخص کو رونق خوشی اور شادابی عطا فرمائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ فوقاهم الله شر ذلک الیوم ولقاهم نضرة وسرورا ﴾ [الإنسان : ١١] یعنی ,,پس اللہ انہیں اللہ تعالی نے اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی'' چنانچہ ان کے چہروں پر شادابی اور ان کے دلوں میں خوشی ہوگی پھر اس ثواب و نعمت کے بدولت جو انہیں جنت میں حاصل ہوگی وہ ان کے چہروں پر شادابی کی شکل میں نمودار ہوگی جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا : ﴿ تعرف فی وجوههم نضرة النعیم ﴾ [المطففین : ٢٤] یعنی ,,تو ان کے چہروں سے ہی نعمتوں کی ترو تازگی پہچان لے گا''.

بلاشبہ سنت کے حاملین اور اس کے مبلغین کے لئے سرسبزی و شادابی کی یہ مبارک دعا اپنے اندر اس شخص کے لئے ایک عظیم بشارت رکھتی ہے جس نے اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کردیا ہو' نیز یہ دعا ہمتوں کو ابھارتی اور عزائم کو جلا بخشتی ہے اور دل وجان کو اس عظیم کام کی خاطر جد و مثابرت' صبر و تحمل اور بذل وعطا پر آمادہ کرتی ہے .

پھر یہ حدیث ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ علم جس کے رکھنے والے اس عظیم بشارت کے

مستحق ہیں اس کے چار مراتب ہیں:

پہلا و دوسرا: اس کا سننا اور سمجھنا چنانچہ جب اس نے اس کو سنا اور دل میں اس کو محفوظ کرلیا یعنی اس کو سمجھ لیا اور بات اس کے دل میں اس طرح جاگزیں ہوگئی جس طرح کوئی چیز کسی برتن میں بیٹھ جاتی ہے اور اس سے باہر نہیں جاتی ہے' اسی طرح علم کا سمجھنا اور سمجھکر اس کی حفاظت کرنا ہے جیسا کہ اونٹ اور دیگر چوپایوں کو باندھ دیا جاتا ہے تا کہ وہ فرار نہ ہو جائیں .

تیسرا: اس کا برابر خیال رکھنا اور بار بار دہراتے رہنا تا کہ نسیان کے پردے میں جا کر ضائع و برباد نہ ہو جائے .

چوتھا: امت میں اس کی دعوت وتبلیغ کرنا تا کہ اصل غرض اور مقصود حاصل ہو ورنہ وہ زمین میں اس مدفون خزانہ کی طرح ہے جس سے خرچ نہ کیا جاتا ہو جس کی وجہ سے اس کے ضائع و برباد ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ علم اگر خرچ نہ کیا جائے اور اسے دوسروں کو سکھایا نہ جائے تو اس کے ختم ہونے اور بھول جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور جب اس میں سے خرچ کیا جائے گا اور دوسروں کو سکھایا جائے گا تو خرچ کے باوجود اس میں نمو اور برکت ہوگی .

نبی کریم ﷺ سنت کے سننے والے اور اس کی صحیح تبلیغ اور نشر واشاعت کرنے والے کے لئے بالکل اس کے عمل کے مطابق سرسبزی وشادابی کی دعا فرمائی کیونکہ جب اس نے سنت کو سبز وشاداب کیا' اس کی ہریالی اور احیاء کے لئے جد وجہد کی تو اللہ کے رسول نے اس کے حق میں سبزی وشادابی کی دعا فرمائی جو اس کی حالت کے عین مطابق ہے' سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا' "جو بھی شخص حدیث طلب کرتا ہے اس کا چہرہ بارونق اور سبز وشاداب ہوتا ہے".

تین چیزوں کے ہوتے ہوئے مسلمان کا دل خائن یا حاقد نہیں ہوتا

نبی کریم ﷺ کا وہ خطبہ جسے آپ نے منی کی مسجد خیف میں دیا تھا اور جو چار اہم نکات پر مشتمل تھا اس کا بیان گزشتہ صفحات میں آچکا ہے نیز پہلے نکتہ کی شرح بھی گزر چکی ہے جو آپ کی اس مبارک دعا سے متعلق ہے جو آپ نے اس خوش نصیب شخص کے حق میں فرمائی جس نے آپ کی حدیث کو سنا اور اسے یاد رکھا اور جیسے سنا تھا ویسے ہی اس کو دوسروں تک پہنچا دیا.

البتہ دوسرا اہم نکتہ تو وہ حدیث کی تبلیغ کے فوائد سے متعلق ہے یعنی حدیث کا ایسے شخص تک پہنچنا جو حفظ واتقان اور فہم وفراست میں سننے والے سے زیادہ عبور رکھتا ہو' اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا: (فرب حامل فقه لا فقه له' ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه) اور دوسری روایت میں اس کے الفاظ یوں ہیں : (رب حامل فقه ليس بفقيه' ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه) یعنی ,,بہت سے حامل فقہ فقیہ نہیں ہوتے' اور بہت سے حامل فقہ اپنے سے زیادہ فقیہ اور بابصیرت تک اسے پہنچاتے ہیں'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ کبھی کبھار یاد کرنے والا سمجھدار نہیں ہوتا اور کبھی یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ سمجھتا بھی ہے مگر دوسرا اس سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے' البتہ جس نے یاد کیا گرچہ اسے نہیں سمجھا اللہ تعالی اس کو حفظ سنت اور پھر اس کی تبلیغ کی وجہ سے اس کو اجر سے نوازے گا اور جس نے یاد کیا اور اسے سمجھا اور اس سے مسائل کا استنباط کیا وہ زیادہ افضل ہے لہذا اسے حفظ وتبلیغ کے ساتھ ساتھ فقہ واستنباط کا بھی اجر ملے گا' پھر

جب وہ دوسروں تک اسے پہنچائے گا تو ممکن ہے کہ جس تک وہ پہنچائے وہ اس سے زیادہ فقیہ ہو اور وہ اس سے ایسے مسائل استنباط کرے جسکو پہلے والا حامل فقہ نہیں استنباط کر سکا تھا.

رہا تیسرا اہم نکتہ تو وہ آپ کا یہ عظیم فرمان ہے: (**ثلاث لا یغل علیھن قلب مسلم : إخلاص العمل لله، والنصح لأئمة المسلمین، ولزوم جماعتھم، فإن دعوتھم تحیط من ورائھم**) یعنی ,,تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے ایک مسلمان کا دل خائن یا حاقد نہیں ہوتا : اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے عمل، مسلمانوں کے امراء وقائدین کی خیر خواہی، اور ان کی جماعت کا التزام، کیونکہ ان کی دعائیں پیچھے سے ان کو گھیرے ہوتی ہیں'' چنانچہ یہ حدیث ان عظیم خصلتوں پر مشتمل ہے جن کی موجودگی میں ایک مسلم کا دل خائن یا حاقد نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ان کا ذکر اپنی اس مبارک دعا کے بعد کیا جو حاملین ومبلغین سنت کے بارے میں فرمائی، اگر غور کیا جائے تو یہ انتہائی مناسب ترین موقع تھا جہاں یہ چیزیں ذکر کی جاتیں کیونکہ جب سنت کو دوسرے تک پہنچانے والے کے لئے یہ عظیم ثواب دوسرے تمام اعمال کی طرح اخلاص وللہیت، مسلمانوں کی نصیحت وخیر خواہی اور ان کی جماعت کو لازم پکڑنے پر نیت اور ارادے کی محتاج ہے تو سنت کو دوسروں تک پہنچانے والوں کے لئے اپنی مبارک دعا کے بعد آپ نے وہ چیز ذکر کی جو اعمال میں اللہ کے لئے اخلاص اور مسلمانوں کے لئے نصیحت اور ان کی جماعت کو لازم پکڑنے کی اہمیت کو بتاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا : (**ثلاث لا یغل علیھن قلب مسلم : إخلاص العمل لله، والنصح لأئمة المسلمین، ولزوم جماعتھم**) یعنی ,,تین چیزیں ایسی ہیں جن کی موجودگی میں

ایک مسلمان کا دل خائن یا حاقد نہیں ہوتا : اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے عمل؛ مسلمانوں کے امراء وقائدین کی خیر خواہی؛ اوران کی جماعت کاالتزام'' آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ ان تینوں خصلتوں سے دلوں کی اصلاح اورنفوس کی تہذیب ہوتی ہے اوران کے ادراک وشعوراوردل سے نیت کرنے پر ایک مسلمان حدیث میں بیان کردہ اجر عظیم وثواب جزیل کا مستحق بن جاتا ہے .

آپ کا فرمان : (**ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم**) یعنی ,,تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے ایک مسلمان کا دل خائن یا حاقد نہیں ہوتا'' ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اگر ایک مسلمان ان مذکورہ تینوں صفتوں سے متصف ہوتو اس کا دل خیانت ودھوکہ اورحقد وحسد سے پاک رہے گا کیونکہ یہ صفات حمیدہ وخصال محمودہ خیانت وبدنیتی کودل سے پرے اور دور دراز پھینک دیتی ہیں۔

چنانچہ ایک انسان جو خلوص وللّٰہیت سے متصف ہو اس کا اخلاص اس کے دل میں خیانت وبدنیتی کو درآنے سے نہ صرف روک دیتا ہے بلکہ اگر بسا اوقات ایسا ہوتو اسے جڑ سے اکھاڑ پھینک دیتا ہے؛ کیونکہ ان صفات کے اپنانے کے بعد اس کے تمام ارادے ومقاصد اللہ رب العزت کی خوشنودی ورضا جوئی کے تابع ہو جاتے ہیں اوراس کی پوری توجہ رب کی مرضی اور اس کے ثواب کے حصول پر مرکوز ہو جاتی ہے اوراس کے دل میں خیانت وبدنیتی کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی ہے؛ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ **كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء إنه من عبادنا المخلصين** ﴾ [یوسف :۲۴] یعنی ,, یونہی ہوا اس واسطے کی ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کریں بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا'' چنانچہ یوسف علیہ السلام نے جب اپنی نیت اپنے رب کے لئے خالص کرلی اللہ تعالی نے ان سے

مضرات و برائیوں کو دور کر دیا' اور یہی وجہ ہے کہ جب ابلیس کو یقین ہو گیا کہ اہل اخلاص پر اس کا داؤ نہیں چل سکتا تو اس نے انہیں اپنی اس شرط سے مستثنیٰ کر دیا جو گمراہ و برباد کرنے کے لئے لگائی تھی چنانچہ اس نے کہا: ﴿ فبعزتک لاغوینهم أجمعين إلا عبادک منهم المخلصين ﴾ [ص : ۸۲ - ۸۳] یعنی ,,تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً بہلا دوں گا بجز تیرے ان بندوں کے جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں'' اور اللہ رب العزت نے فرمایا : ﴿ إن عبادي ليس لک عليهم سلطان إلا من اتبعک من الغاوين ﴾ [حجر : ۴۲] یعنی ,,میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں''.

اسی طرح حدیث میں آپ کا فرمان : (والنصح لأئمة المسلمين) یعنی ,,مسلمانوں کے امراء و قائدین کی خیر خواہی'' بھی خیانت و دھوکہ دہی کے منافی ہے چنانچہ امراء کی خیر خواہی دھوکہ دہی اور خیانت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہیں لہذا جس نے ان کی خیر خواہی کی وہ خیانت سے بری ہو گیا' اسی طرح مسلم امراء کی خیر خواہی رغبت و کراہت دونوں حالتوں میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں مضمر ہے خواہ وہ صالح اور نیک ہوں یا فسق و فجور کے مرتکب' البتہ ان کی اطاعت کا دائرہ نیک کاموں تک ہی محدود ہے اس لئے اگر وہ برائی کا حکم دیں تو ان کی اطاعت درست نہیں کیونکہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت حرام ہے' اور ان کی خیر خواہی کا مطلب انہیں خیر کی رہنمائی کرنا اس میں رغبت دلانا' انہیں برائی سے منع کرنا اور اس سے ڈرانا اور نفرت دلانا' ان کے لئے صلاح و مغفرت کی دعا کرنا' ان پر بددعا نہ کرنا کیونکہ بددعا نصیحت و خیر خواہی کے منافی ہے کیونکہ نصیحت کا اصل مطلب یہ ہے کہ دل سے اس کا خیال کرے جس کی نصیحت کی جا رہی ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو.

اسی طرح حدیث میں آپ کا فرمان : (ولـزوم جـمـاعتهـم) یعنی ,,ان کی جماعت کو لازم پکڑنا'' اس سے بھی دلوں کی کینہ و کپٹ سے صفائی ہوتی ہے کیونکہ جو مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے گا تو وہ ان کے لئے وہی پسند کرے گا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے گا جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے ان کی تکلیف میں اس کی تکلیف اور ان کی خوشی میں اس کی خوشی ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ عقیدہ و عمل میں ان کے موافق اور مسلمانوں کی جماعت پر خروج اور کنارہ کشی سے دور رہتا ہے تا کہ شیاطین کا شکار نہ بن جائے جو انسان کے ساتھ وہ کرتے ہیں جو بھیڑئے گلہ سے بچھڑی ہو بکری کے ساتھ نہیں کرتے ہیں.

اسی طرح حدیث میں آپ کا فرمان : (فـإن دعـوتهـم تـحيط من ورائهم) یعنی ,,ان کی دعائیں پیچھے سے ان کو گھیرے ہوتی ہیں'' انتہائی حسین مختصر اور پر معنی کلام ہے کیونکہ آپ نے مسلمانوں کی دعوت کو ایسی دیوار سے تشبیہ دی ہے جو ان کو محیط اور دشمنوں کو ان سے دور رکھنے والی ہے چنانچہ جب یہ دعوت ایک ٹھوس اور مضبوط دیوار کی طرح ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے تو آپ ﷺ نے بتایا کہ جو بھی اس جماعت کو لازم پکڑے گا اسے بھی یہ حصار ان کی طرح اپنی حفاظت میں لے لیگا' لہذا اسلام کی دعوت امت کی اجتماعیت افتراق و انتشار سے حفاظت' ان کے امور کو بکھرنے سے بچانے کی ضامن ہے چنانچہ جو بھی مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہوگا یہ قوی حصار نہ صرف اسے اپنی مضبوط پناہ میں لے لیگا بلکہ ساتھ ہی ساتھ وہ ان کی ان دعاؤں کے ثمرات سے بھی مستفید ہوگا جو جماعت کے افراد تمام مسلمانوں کے لئے کرتے رہتے ہیں.

البتہ چوتھا اہم نکتہ تو وہ آپ کا یہ فرمان ہے : (من كان همه الآخرة جمع الله شـمـلـه' وجعـل غناه في قلبه' وأتته الدنيا وهي راغمة' ومن كانت نيته الدنيا'

فرق الله عليه ضيعته، وجعل فقره بين عينيه، ولم يأته من الدنيا إلا ما كتب له).

یعنی آپ نے ارشاد فرمایا: ,,جس کا مقصد آخرت کا حصول ہوتا ہے اللہ تعالی اس کے حالات کی اصلاح اور شیرازہ بندی کر دیتا ہے اور اس کی تونگری و مالداری اس کے دل میں کر دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے اور جس کا مقصد حصول دنیا ہوتا ہے اللہ تعالی اس کے اسباب رزق و معاش کو بکھیر دیتا ہے اور اس کے فقر کو اس کے سامنے کر دیتا ہے اور دنیا میں اسے صرف وہی ملتا ہے جو اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے''.

درحقیقت ان تمام چیزوں کا مرجع پہلی ہی خصلت یعنی اخلاص وللّٰہیت ہے چنانچہ جس نے اپنی نیت کو اللہ کے لئے خالص کر لیا اور اس کا مقصد صرف آخرت ہو گیا اللہ تعالی اس کے دل کو غنی کی نعمت سے بھر دیتا ہے، اس سے فقر ومحتاجگی دور فرما دیتا ہے اس کے امور کو اجتماعیت عطا کرتا ہے اور دنیا اس کے مقصود وغیر مقصود جگہوں سے لا کر اس کے قدموں پر ڈھیر کر دیتا ہے مگر جس کی نیت خلوص وللّٰہیت سے خالی، دنیا کے ہم وغم سے پر ہوتی ہے اللہ تعالی اسے دنیا ہی میں ان عقوبات سے دوچار کر دیتا ہے چنانچہ اس کے دل سے غنی و مالداری کو سلب کر لیتا ہے، اس کے اور اس کی راحت کے درمیان دیوار کھڑی کر دیتا ہے نتیجہ مختلف قسم کے غموم وہموم اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں پھر غنی کے بجائے فقر اس کا مقدر بن جاتا ہے جو ہمیشہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے اور چہار جانب سے مصائب وپریشانیاں اسے ہردم گھیرے رہتی ہیں [ملاحظہ ہو کتاب: دراسۃ حدیث: '' نضر اللہ امرأ سمع مقالتی'' روایۃ ودرایۃ للشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد البدر - حفظہ اللہ -].

(١٠)

﴿ إن أكرمكم عند الله أتقاكم ﴾

,,اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو''

ان عظیم مفاہیم میں سے جنہیں آپ نے حجۃ الوداع میں پیش کیا اور لوگوں کو اس کی دعوت دی حسب ونسب پر فخر اور اس پر تکیہ کرنے کے بجائے اللہ رب العزت کے تقویٰ' اس کے اوامر کی پابندی اور اس کے نواہی سے اجتناب اختیار کرکے اونچے مراتب اور بلند درجات کا حصول ہے جو بغیر تقوی کے ممکن نہیں کیونکہ اسلام میں حسب ونسب کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے کہ سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے چنانچہ کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی عجمی کو عربی پر بجز تقوی کے اور کسی وجہ سے فضیلت نہیں .

امام احمد نے اپنی مسند میں ابونضرہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے اس شخص نے بتایا جس نے ایام تشریق کے وسط میں آپ کا خطبہ سنا تھا کہ آپ نے فرمایا : **(يا أيها الناس ألا إن ربكم واحد' وإن أباكم واحد' ألا لا فضل لعربي علي عجمي ' ولا لعجمي علي عربي' ولا لأحمر علي أسود' ولا أسود علي احمر إلا بالتقوى ' أبلغت ؟ قالوا : بلغ رسول الله ﷺ)** [مسند احمد (۴۱۱/۵ برقم: ۲۳۴۸۹)' ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم (۴۱۲/۱) میں اسکی سند کو صحیح کہا ہے اور البانی نے سلسلہ صحیحہ (۴۵۰/۶) میں اسے صحیح کہا ہے].

یعنی'' اے لوگو! جان لو کہ تمہارا رب ایک ہے' تمہارا باپ ایک ہے' آگاہ ہو جاؤ کہ کسی

عربی کو کسی عجمی پر' کسی عجمی کو کسی عربی پر' کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر بجز تقوی کے کسی اور وجہ سے کوئی فضیلت نہیں' کیا میں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ کے رسول نے رب کا پیغام پہنچا دیا''.

چنانچہ آپ نے اپنے اس عظیم وبلیغ خطبہ میں یہ ثابت کر دیا کہ آپس میں تفاضل اور بلند مراتب کا حصول بجز تقوی کے کسی اور چیز کی بنیاد پر ممکن نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقاكم إن الله عليم خبير ﴾ [الحجرات : ۱۳] یعنی' اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے' یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے''.

چنانچہ اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ کریم اور باعزت وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو یعنی سب سے زیادہ طاعات کو بجالانے والا اور معصیت ونافرمانی سے دور رہنے والا ہو اس لئے کہ تقوی اللہ کے ثواب کے حصول کی خاطر علی وجہ البصیرۃ اس کے طاعات کے بجالانے اور اس کے خوف سے علی وجہ البصیرۃ اس کی نافرمانیوں سے دور رہنے کا نام ہے' چنانچہ اللہ کے نزدیک لوگوں کا مرتبہ ان کے تقوی کے اعتبار سے ہے اور چونکہ وہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے اس لئے اچھی طرح جانتا ہے کہ کون ظاہر وباطن دونوں میں متقی ہے اور کون ایسا نہیں ہے لہذا وہ ہر ایک کو وہی عطا کرے گا جس کا وہ مستحق ہے.

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں :

(سئل رسول الله ﷺ :أي الناس أكرم ؟ قال : أكرمهم عند الله أتقاهم ' قالوا : ليس عن هذا نسألک' قال : فأكرم الناس يوسف نبي الله ابن نبي الله ابن نبي الله ابن خليل الله' قالوا : ليس عن هذا نسألک ' قال : فعن معادن العرب تسألون ؟ قالوا : نعم' قال : فخيارکم فی الجاهلية خيارکم فی الإسلام إذا فقهوا) [صحیح بخاری (۳۳۵۳)' صحیح مسلم (۲۳۷۸)] یعنی ''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: لوگوں میں سب سے زیادہ کریم اور باعزت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ کریم اور باعزت وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ متقی ہو' صحابہ نے عرض کیا: اس چیز کے متعلق ہم نہیں پوچھ رہے ہیں' آپ نے فرمایا : پھر لوگوں میں سب سے زیادہ کریم اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام ہیں جن کے باپ (یعقوب) اور دادا (اسحاق) نبی اور پردادا (ابراہیم) - علیہم السلام - اللہ کے خلیل ہیں' صحابہ نے عرض کیا: ہم آپ سے اس چیز کے متعلق نہیں پوچھ رہے ہیں' آپ نے فرمایا : پھر کیا عرب کے معادن یعنی حسب ونسب کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ صحابہ نے کہا: ہاں' آپ نے فرمایا: تم میں جو جاہلیت میں اچھے تھے وہی اسلام میں عمدہ اور اچھے ہیں جب انہیں دین کی سمجھ حاصل ہو جائے''۔

اسی طرح صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : (إن اللـه لا ينظر إلى صوركم وأموالكم' ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم) [صحیح مسلم (۳۴- ۲۵۶۴)] یعنی'' بے شک اللہ تعالی تمہارے مال وجائداد اور تمہاری شکل وصورت کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے ''۔

اور مسند امام احمد میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

ان سے کہا : (انظر ' فإنک لست بخیر من أحمر ' ولا أسود إلا أن تفضله بتقوی) [مسند احمد (۵/۱۵۸) اورالبانی نے صحیح الجامع (۱۵۰۵) میں اسے حسن کہا ہے] یعنی " جان لو کہ تم کسی سرخ اور کسی کالے سے بجز تقوی کے کسی اور وجہ سے افضل نہیں ہو سکتے " اور اس معنی کی بکثرت احادیث وارد ہیں .

چنانچہ اللہ رب العزت کے یہاں لوگ حسب ونسب ' مال ودولت ' اور شکل وصورت کے بجائے اس کے تقوی کو اپنا کر ' اس کی طاعت وفرمابرداری کر کے ایک دوسرے پر فضیلت پائیں گے یہی چیز ان کے میزان کے وزنی اور بھاری وران کے درجات کے بلند ہونے کا سبب بنے گی ' اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ﴿ فإذا نفخ في الصور فلآ أنساب بينهم يومئذ ولا يتسآء لون فمن ثقلت موازينه فاولئک هم المفلحون ومن خفت موازينه فأولئک الذين خسروا أنفسهم فی جهنم خالدون ﴾ [المؤمنون : ۱۰۱ - ۱۰۳] .

" پس جب کہ صور پھونک دیا جائیگا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے ' نہ آپس کی پوچھ گچھ ' جن کے ترازو کا پلہ بھاری ہوگیا وہ تو نجات والے ہوگئے اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہوگیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کرلیا جو ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے " .

اسی طرح حدیث پاک میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا : (من بطا به عمله لم يسرع به نسبه) [صحیح مسلم (۲۶۹۹) ' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث] یعنی " جسکو اس کے عمل نے پیچھے کردیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا " مطلب یہ ہے کہ عمل ہی کے ذریعہ بندہ آخرت کے درجات کو حاصل کرسکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ ولکل درجات مما عملوا ﴾ [الأنعام : ۱۳۲] یعنی " ہر ایک کو ان کے اعمال کے سبب درجے ملیں گے "

چنانچہ جس کو اس کا عمل اللہ کے یہاں اونچے درجات کے حصول کا مستحق نہیں ٹھہرا سکا وہ اپنے حسب ونسب کے ذریعے ان درجات ومراتب تک کبھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ رب العزت نے جزاء کی بنیاد اعمال پر رکھی ہے حسب ونسب پر نہیں' یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی مغفرت ورحمت کے حصول کے لئے مسارعت ومبادرت کا جو حکم دیا ہے اس کی بنیاد حسب ونسب کے بجائے اچھے اور نیک اعمال پر رکھی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السماوات والأرض أعدت للمتقين الذين ينفقون في السرآء والضرآء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين ﴾ [آل عمران :۱۳۳ - ۱۳۴] یعنی ,,اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے' جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقعہ پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں' غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں' اللہ تعالی ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے''.

نیز ارشاد ربانی ہے : ﴿ إن الذين هم من خشية ربهم مشفقون والذين هم بآيات ربهم يؤمنون والذين هم بربهم لا يشركون والذين يؤتون ما آتوا وقلوبهم وجلة أنهم إلى ربهم راجعون أولئك يسارعون في الخيرات وهم لها سابقون ﴾ [المؤمنون :۵۷ - ۶۱] یعنی ,,یقیناً جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب

کی طرف لوٹنے والے ہیں' یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں'' [نیز ملاحظہ ہو : جامع العلوم والحکم لابن رجب (۱/۳۰۸)].

چنانچہ اس طرح کی قرآن میں بکثرت آیات موجود ہیں جو واضح طور سے یہ اعلان کرتی ہیں کہ صرف نیک اور صالح اعمال اور پاکیزہ طاعات ہی اللہ کی مرضی وخوشنودی سے ظفریابی اور بلند درجات کے حصول کا ذریعہ ہیں' اسی طرح اللہ کا تقرب حسب ونسب' مال ودولت اور جاہ وسلطان پر اعتماد وبھروسہ کرنے کے بجائے صرف اس کے پسندیدہ اعمال' اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہی حاصل ہوسکتا ہے .

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: ,,حقیقی فضیلت ظاہر وباطن میں اس ایمان وعلم کی اتباع ہے جس کے ساتھ اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا' چنانچہ جو شخص ان میں زیادہ مضبوط ہوگا وہی زیادہ افضل ہوگا' لہذا افضلیت کی بنیاد کتاب وسنت میں وارد پسندیدہ اور لائق تحسین نام مثلا اسلام وایمان' بر وتقوی' علم وعمل صالح اور احسان وغیرہ ہیں اور قطعا اس کی بنیاد کسی کے صرف عربی یا عجمی یا کالے یا سفید یا دیہاتی یا شہری ہونے پر نہیں'' [اقتضاء الصراط المستقیم (ص : ۵۱۴)].

چنانچہ اسی معنی کو ایک شاعر نے اپنے الفاظ میں اس طرح واضح کیا ہے :

لعمرک ما الإنسان إلا بدينه
فلا تترک التقوى اتكالا على النسب
لقد رفع الإسلام سلمان فارس
وقد وضع الشرک النسيب أبا لهب

یعنی ,,انسان کی کل کائنات اس کا دین ہے لہذا نسب پر بھروسہ کر کے تقوی کو ترک نہ کرو'

بے شک اسلام نے سلمان فارسی کو بلند کر دیا اور شرک نے ابولہب جیسے نسب والے کو پستی میں ڈھکیل دیا''.

چنانچہ ان تمام باتوں کی شہادت اللہ کے رسول کی وہ حدیث بھی دیتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: (إن آل بني فلان ليسوا لي أولياء' وإنما ولي الله وصالح المؤمنين) [صحیح بخاری (۵۹۹۰)' صحیح مسلم (۲۱۵)] یعنی'' آل بنی فلان میرے دوست نہیں ہیں بلکہ میرا ولی صرف اللہ تعالی اور صرف مومنین میرے دوست ہیں'' چنانچہ آپ نے اس بات سے لوگوں کو آگاہ کر دیا کہ آپ کے خاندان والے مجرد نسب کی وجہ سے آپ کے دوست اور مددگار نہیں ہوسکتے بلکہ آپ کا مددگار اور رفیق اللہ تعالی اور تمام جنس ومختلف خاندانوں کے نیک مومن ہیں نیز ولایت کا حصول نسب کے ذریعے ممکن نہیں چاہے وہ کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو بلکہ اس کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے چنانچہ جو ایمان اور عمل کے اعتبار سے اکمل ہوگا وہی ولایت کے اعتبار سے بھی بڑا ہوگا اور اس کا شمار آپ کے اولیاء میں سے ہوگا.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں ایمان کے زیور سے آراستہ کرے اور ہدایت یافتہ ورہنما لوگوں میں سے بنائے' اپنے طاعت کی توفیق دے اور اپنے متقی اور پرہیزگار بندوں میں سے بنائے' آمین.

☆☆☆

(۱۱)

کبیرہ گناہوں سے تحذیر

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں جن چیزوں کی اہمیت کو اجاگر فرمایا اور تاکید کے ساتھ ان کا ذکر کیا ان میں مومن کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے تحذیر اور بڑے بڑے گناہوں اور معصیتوں سے اجتناب کا حکم بھی شامل ہے بالخصوص اللہ کے ساتھ شرک کرنا، معصوم جانوں کو قتل کرنا، زنا کرنا اور چوری کرنا، چنانچہ سلمہ بن قیس اشجعی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا: (ألا إنما هن أربع: أن لا تشركوا بالله شيئا، ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق، ولا تزنوا ولا تسرقوا) [مسند احمد (۳۳۹/۴)، معجم طبرانی (۶۳۱۷)، حاکم نے مستدرک (۳۵۱/۴) صحیح سند سے روایت کیا ہے اور البانی نے سلسلہ صحیحہ (۱۷۵۹) میں اسے صحیح کہا ہے].

یعنی "جان لو کہ وہ بڑے بڑے گناہ جو ہلاکت کا سبب ہیں چار ہیں، خبردار: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اس نفس کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ، زنا نہ کرو اور چوری نہ کرو" [ملاحظہ ہو: صحیح بخاری (۱۸) وصحیح مسلم (۱۷۰۹) میں عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں نبی کریم ﷺ کی صحابہ کرام سے ان چاروں چیزوں سے دوری پر بیعت کا ذکر ہے].

چنانچہ آپ نے ان عظیم گناہوں اور ہلاکت میں ڈالنے والی برائیوں سے ڈرایا اور روکا نیز اپنے کلام کی ابتداء (ألا إنما هن أربع) کے تحذیری اسلوب سے کی جو ان گناہوں کی

خطورت اور سنگینی پر واضح طور سے دلالت کرتا ہے .

گناہوں کی دو قسمیں ہیں: گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ

گناہ کبیرہ : یہ ایسے گناہ ہیں جن کے کرنے والے کے لئے لعنت' اللہ کا غضب' جہنم کی دھمکی' دنیا میں حد یا آخرت میں وعید وارد ہوئی ہے؛ مثلاً ان کے کرنے والے کے حق میں یہ آیا ہو کہ وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا یا اس کی خوشبو تک سے محروم رہے گا یا اس سے ایمان کی نفی کی گئی ہو یا یہ کہا گیا ہو کہ جس نے ایسا کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے یا یہ کہ اس کا کرنے والا گنہ گار ہے اس طرح کے تمام گناہ کبائر کے زمرے میں آتے ہیں' [ملاحظہ ہو : مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۱۱/۶۵۰ - ۶۵۲)].

چنانچہ اس کے ضمن میں شرک' قتل' زنا' چوری' جادو' پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر الزام تراشی' یتیم کا مال کھانا' سود خوری' والدین کی نافرمانی' جھوٹی قسم' جھوٹی شہادت' شراب نوشی' جھوٹ' غیبت اور چغلی جیسے گناہ شامل ہیں اور ان سارے گناہوں کا کبیرہ ہونا نصوص سے ثابت ہے .

اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں مختلف مقامات پر بڑے گناہوں سے بچنے والوں کی تعریف بیان کی ہے نیز انہیں عمدہ ٹھکانے' بڑے ثواب اور بہترین جگہ سے نوازنے کا وعدہ بھی کیا ہے ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ الذين يجتنبون كبائر الإثم والفواحش إلا اللمم إن ربك واسع المغفرة ﴾ [النجم: ۳۲] یعنی "ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے' بے شک تیرا رب بہت کشادہ مغفرت والا ہے" نیز ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ والذين يجتنبون كبائر

الإثم والفواحش وإذا ما غضبوا هم يغفرون ﴾ [الشوری : ۳۷] یعنی ,,اور جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور غصے کے وقت بھی معاف کر دیتے ہیں''

مزید اللہ تعالی نے ارشادفرمایا : ﴿ إن تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم وندخلكم مدخلا كريما ﴾ [النساء : ۳۱] یعنی ,,اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے اور عزت و بزرگی کی جگہ داخل کریں گے''.

اسی طرح اللہ تعالی نے یہ بھی بتلا دیا ہے کہ بندوں کے چھوٹے بڑے تمام اعمال کو اس نے گن رکھا ہے اور یہ سب لکھا ہوا ہے قیامت کے دن بندہ انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے پائے گا تا کہ اللہ تعالی بروں کو ان کے عمل کے مطابق برا اور اچھوں کو ان کے عمل کے مطابق اچھا بدلہ عطا کرے'ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ ويقولون يا ويلتنا مال هذا الكتاب لايغادر صغيرة ولا كبيرة إلا احصاها ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا يظلم ربك أحدا ﴾ [الكهف : ۴۹] یعنی ,,اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹا بڑا بغیر گھیرے کے باقی ہی نہیں چھوڑا' اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم وستم نہ کرے گا'' نیز اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا :

﴿ وكل صغير وكبير مستطر ﴾ [القمر : ۵۳] یعنی ,,ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے''.

اسی طرح ان گناہوں کے ارتکاب پر اللہ تعالی نے سخت دھمکی دی ہے جس قدر گناہ بڑا ہوگا اسی قدر وعید وعقاب سخت ہوگا؛ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ والذين لايدعون مع الله إلها آخر ولايقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولايزنون ومن يفعل ذلك

يلق أثاما يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه مهانا ﴾ [الفرقان : ٦٨ - ٦٩] یعنی ,,اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالی نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے' نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا' اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا''.

چنانچہ گناہ کبیرہ خطورت اور سنگینی کے اعتبار سے مختلف اور متفاوت ہیں' جیسا کہ ان کے ارتکاب میں اصرار وتکرار اور دوسرے گناہوں کی آمیزش سے ان کی خطورت مزید دو چند ہو جاتی ہے' ان میں سب سے بڑے وہ چار گناہ ہیں جن کی آپ ﷺ نے گزشتہ حدیث میں نشاندہی فرمائی' اور نہ صرف آپ نے حجۃ الوداع میں عام لوگوں کی اس کی طرف توجہ دلائی بلکہ انتہائی تاکید کے ساتھ ان سے ڈرایا اور اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ گناہ اپنے ارتکاب کرنے والے کے لئے سخت ضرر رساں اور دنیا وآخرت میں عظیم خطورت کے باعث اور دردناک عذاب کا سبب ہیں.

پھر ان چاروں گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے' چنانچہ گناہوں میں کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں' اس گناہ کی خطورت اور سنگینی پر تنبیہ کی خاطر آپ نے اسے سب سے پہلے ذکر کیا اور بقیہ تینوں گناہوں پر مقدم کیا' یہ ایسا گناہ ہے جو اپنے مرتکب کو قیامت کے دن پست وذلیل کر کے منہ کے بل جہنم میں لے جائے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہے گا' نہ ہی موت اس کا خاتمہ کرے گی کہ مر جائے اور نہ ہی اس کے عذاب میں تخفیف کی جائیگی' جنت اس پر حرام ہوگی' وہ اس کی خوشبو نہیں پائے گا چہ جائیکہ اس کی نعمتوں سے لذت اندوز اور فیضیاب

ہوا ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿ إنه من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیه الجنة وماواه النار وما للظالمین من انصار ﴾ [المائدہ : ۷۲] یعنی ,, یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے' اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا''.

شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کرنے والے کے لئے بخشش کی امید کی جاسکتی ہے اور اگر اللہ نے قیامت کے دن اس کو عذاب دیا تو وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا البتہ مشرک کے بخشش کی کوئی امید نہیں اور نہ ہی اس کے لئے معافی کا کوئی راستہ ہے اور نہ ہی آگ کے عذاب سے اس کو نجات ہے' وہ ہمیشہ اس میں رہے گا؛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : (اما اهل النار الذین هم اهلها فإنهم لا یموتون فیها ولا یحیون' ولکن ناس اصابتهم النار بذنوبهم فاماتتهم إماتة حتی إذا کانوا فحما أذن بالشفاعة فجیء بهم ضبائر ضبائر فبثوا علی أنهار الجنة' ثم قیل : یا اهل الجنة افیضوا علیهم' فینبتون نبات الحبة تکون فی حمیل السیل) [صحیح مسلم (۱۸۵) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث].

یعنی اہل جہنم کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ,,وہ لوگ جو جہنم کے حقدار اور اس کے حقیقی اہل ہیں وہ اس میں نہ مریں گے' نہ جئیں گے' البتہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنہیں ان کے بعض گناہوں کے سبب جہنم کی آگ جلائے گی چنانچہ وہ انہیں دردناک موت سے دوچار کردے گی یہاں تک کہ جب وہ کوئلہ ہوجائیں گے' ان کے لئے شفاعت کی اجازت دی جائیگی' تب انہیں جماعتوں کی شکل میں الگ الگ لاکر جنت کی نہروں پر پھیلا دیا جائیگا' پھر کہا جائیگا : اے جنت والو ان کے اوپر (پانی) بہاؤ' چنانچہ وہ سیلاب کے کیچڑ میں اگنے والے دانے کی طرح اگیں گے''.

مذکورہ بات کی مزید تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے : ﴿ إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد ضل ضلالا بعيدا ﴾ [النساء : ۱۱٦] یعنی ,,اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے' ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا'' . اسی لئے مشرک کی حالت پر تعجب در تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرتا ہے پھر وہ اللہ کے علاوہ پتھر یا درخت یا قبر وغیرہ کی عبادت کرتا ہے جو خود اپنے کسی نفع نقصان' دینے لینے' اور روکنے ٹوکنے کے مالک ومختار نہیں چہ جائیکہ وہ دوسروں کے لئے کچھ کرسکیں ؛ اسی لئے جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: (ان تجعل لله ندا وهو خلقك) [صحیح بخاری (۴۴۷۷)' صحیح مسلم (۸٦) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث] یعنی ,,یہ کہ تم اللہ کا ساجھی اور شریک بناؤ حالانکہ تم کو اسی نے پیدا کیا''.

پھر آپ غور کریں کہ اس سے بڑا گناہ' اس سے عظیم جرم' اور اس سے بدترین کام اور کونسا ہوگا کہ ایک کمزور وناتواں' ناقص مخلوق کو خالق کائنات اور عظیم رب کا شریک ٹھہرایا جائے' یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں تین جگہوں پر مشرکین کے تعلق سے فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہیں کی' ظاہر ہے جو شخص کسی کو اللہ جل شأنہ کا شریک اور ساجھی بنالے وہ بھلا اللہ رب العزت کی قدر کیونکر اور کیسے کرسکتا ہے؟ اللہ سبحانہ کی ذات ان کے شرکیات سے بلند وبالا' پاک اور منزہ ہے .

شرک کے بعد گناہوں میں خطورت اور سنگینی کے اعتبار سے معصوم جانوں کا خون بہانا'

زنا اور چوری ہے، یہ تینوں گناہ مخلوقات کے حق پر ظلم وزیادتی ہے جیسا کہ شرک اللہ رب العزت کے حق پر ظلم وزیادتی ہے .

ان جانوں کو قتل کرنا جن کا قتل اللہ تعالی نے حرام قرار دیا معصوم جانوں پر، زنا محفوظ عزتوں پر، اور چوری محترم مالوں پر ظلم وزیادتی ہے یہ سب کے سب ناجائز اور حرام ہیں، جیسا کہ آپ کا یہ عظیم اور مبارک فرمان عرفہ اور منی کے خطبے میں گزر چکا ہے آپ نے فرمایا: (ألا إن دماء کم وأموالکم وأعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا، في شهرکم هذا، في بلدکم هذا) [صحیح بخاری (۱۷۴۱)، صحیح مسلم (۱۶۷۹) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث] یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: ,, جان لو کہ تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزت وآبرو کی حرمت بھی قیامت تک ایسے ہی ہے جیسا کہ آج کے دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں ہے'' چنانچہ آپ نے وہاں ان کی حرمت کو بیان کیا اور یہاں ان کی پامالی سے ڈرایا اور خبردار کیا.

یہاں یہ بات بھی جان لینی مناسب ہے کہ جس گنہگار نے چاہے اس کا گناہ کتنا بھی بڑا ہو اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ تعالی اس کے توبہ کو قبول فرمائے گا کیونکہ توبہ سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ قل یاعبادي الذین أسرفوا علی أنفسهم لاتقنطوا من رحمة الله إن الله یغفر الذنوب جمیعا إنه هو الغفور الرحیم ﴾ [الزمر : ۵۳] یعنی ,, میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالی سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے'' .

(۱۲)

جنت میں صرف مومن جائے گا

سب سے عظیم چیز جسے آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر روشن اور پر نصیحت الفاظ میں بیان کیا وہ ایمان کی اہمیت ہے کہ اسی پر دنیا و آخرت کی سعادت و کامیابی کا دارومدار ہے اور جنت نعمتوں، لذتوں، خوشیوں اور عیش و آرام کا گھر ہے لیکن اس میں صرف اہل ایمان ہی جائیں گے اور جو شخص مومن نہ ہوگا تو وہ نہ صرف جنت اور اس کی خوشبو سے محروم ہوگا بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگا ۔

مسند امام احمد میں بشر بن سحیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا (لا یدخل الجنة إلا مؤمن) [مسند احمد (۳/۴۱۵) و(۴/۳۳۵) ' البانی نے ارواء الغلیل (۴/۱۲۹) میں اسے صحیح کہا ہے] کہ ,, جنت میں صرف مومن داخل ہوگا'' نیز آپ نے اس عظیم فرمان کی نشر و اشاعت اور اعلان کے لئے متعدد صحابہ کرام کو روانہ کیا تا کہ اللہ کی یہاں آپ جواب دہی سے بچ جائیں اور بندوں پر حجت بھی قائم ہو جائے جیسا کہ مسند ہی میں بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے ایام تشریق میں یہ حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دیا جائے (لا یدخل الجنة إلا مؤمن) [مسند احمد (۳/۴۱۵) و(۴/۳۳۵)' البانی نے ارواء الغلیل (۴/۱۲۹) میں اسے صحیح کہا ہے] کہ ,, جنت میں صرف مومن داخل ہوگا'' اور بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشر بن سحیم رضی اللہ

عنہ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کر دیں (ألا! إنه لا يدخل الجنة إلا مؤمن) [مسند احمد (۳/۴۱۵) و(۴/۳۳۵) 'البانی نے ارواء الغلیل (۴/۱۲۹) میں اسے صحیح کہا ہے] کہ ,,خبردار! بے شک جنت میں صرف مومن داخل ہوگا'' اور صحیح مسلم میں کعب بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اور اوس بن حدثان رضی اللہ عنہما کو یہ اعلان دیکر بھیجا (لا يدخل الجنة إلا مؤمن) [صحیح مسلم (۱۱۴۲)] کہ ,,جنت میں صرف مومن داخل ہوگا''.

اسی طرح اس سے ایک سال قبل آپ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مکہ اسی پیغام کے ساتھ بھیجا تھا چنانچہ مسند احمد میں محرر بن ابی ہریرہ اپنے باپ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا میں ان کے ساتھ تھا' تو ان کے بیٹے ,,محرر'' نے کہا: آپ لوگ کس چیز کا اعلان کرتے تھے؟ فرمایا : ہم لوگ اعلان کرتے تھے کہ ,,جنت میں صرف مومن داخل ہوگا'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں زور زور سے یہ اعلان کرتا رہا یہاں تک کہ میری آواز بیٹھ گئی [مسند احمد (۲/۲۹۹)' سنن نسائی (۲۹۵۸) البانی نے صحیح سنن نسائی (۲/۳۲۹) میں اسے صحیح کہا ہے].

اس سے پہلے بھی کئی بار آپ نے مختلف صحابہ کرام کو اس اعلان کے ساتھ روانہ فرمایا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ خیبر کے دن اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (يا ابن الخطاب اذهب فناد في الناس أنه لايدخل الجنة إلا المؤمنون)[صحیح مسلم (۱۱۴) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث] یعنی ,,اے خطاب کے بیٹے ! تم لوگوں میں جا کر اعلان کر دو کہ مومنین کے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا'' عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فورا

لوگوں میں جا کر یہ اعلان کر دیا کہ جنت میں صرف مومنین ہی جائیں گے.

اسی طرح آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا : (**یـا بـلال قـم فـاذن لا یـدخـل الجنة إلا مؤمن**) [صحیح بخاری (۲۶۰۶)، صحیح مسلم (۱۱۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور لفظ مذکور صحیح بخاری کا ہے] یعنی آپ نے فرمایا ,,اے بلال! اٹھو اور لوگوں میں جا کر اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن جائیگا''.

چنانچہ اس معنی ومفہوم کی بکثرت احادیث وارد ہیں تا کہ بندوں کی خیرخواہی، اللہ سے معذرت، حجت کا قیام، اور ایمان کی قدر ومنزلت کی وضاحت ہو جائے اور یہ کہ اللہ کی نعمتیں، اس کا ثواب اور اس کی مرضی وخوشنودی سے ظفریابی بغیر ایمان کے ممکن نہیں؛ لہذا مومنین ہی اللہ کی نعمتوں اور اس کے ثواب اور جنت کے اہل ہیں اور جو ان کے علاوہ ہیں ان کے لئے کسی نعمت کی امید نہیں، کامیابی کا کوئی راستہ نہیں بلکہ آخرت میں ان کا کچھ حصہ ہی نہیں .

جس پر حجت قائم ہوگئی اور رسولوں کی دعوت اس تک پہنچ گئی پھر بھی اس نے حق کو قبول کرنے سے گریز کیا، یا رسولوں کی تکذیب کی، یا اللہ رب العالمین کی اطاعت سے تکبر اور گھمنڈ کیا، یا اس نے روگردانی اور اعراض کو اپنا وطیرہ بنایا، تو ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن جہنم کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں اور یہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے، ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ إن الـذيـن كـذبـوا بـآيـاتـنـا واستكـبـروا عنها لا تفتح لهم أبواب السـمـاء ولا يدخلون الجنة حتي يلج الجمل في سم الخياط وكذلك نجزي الـمجرمين لهم من جهنم مهاد ومن فوقهم غواش وكذلك نجزي الظالمين والـذيـن آمـنوا وعملوا الصالحات لا نكلف نفسا إلا وسعها أولئك أصحاب

الجنة هم فيها خالدون ونزعنا ما في صدورهم من غل تجري من تحتهم الأنهار وقالوا الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق ونودوا أن تلكم الجنة أورثتموها بما كنتم تعملون ﴾ [الأعراف: ۴۰ - ۴۳].

یعنی ,,جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اوران سے تکبر کیاان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اوروہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور ہم مجرم لوگوں کوایسی ہی سزادیتے ہیں؛ ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگااوران کے اوپراسی کا اوڑھنا ہوگااور ہم ایسے ظالموں کوایسی ہی سزادیتے ہیں؛ اور جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کواس کی قدرت سے زیادہ کسی کا مکلف نہیں بناتے وہی لوگ جنت والے ہیں اوروہ اس میں ہمیشہ رہیں گے؛ اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ تھا ہم اس کودور کردیں گے؛ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی؛ اوروہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم کواس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگراللہ تعالی ہم کو نہ پہنچاتا؛ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لیکرآئے تھے؛ اوران سے پکارکر کہا جائیگا کہ اس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہواپنے اعمال کے بدلے ''.

چنانچہ جنت اہل ایمان اوراللہ کے مطیع وفرمانبردار بندوں کاٹھکانہ ہےاوروہ لوگ جوان کے علاوہ ہیں چاہے وہ ملحد ہوں جواللہ پرایمان نہیں رکھتے یا کفار ہوں جواسکی اوراسکے رسول کی تکذیب کرتے ہیں یامشرکین ہوں جواس کے ساتھ غیرکی بھی عبادت کرتے ہیں یامنافقین ہوں جو بظاہر مومن اور بباطن کافر ہوتے ہیں سب کے سب جہنم کاایندھن ہیں؛ اللہ تعالی انہیں ہمیشہ

ہمیشہ اسی میں رکھے گا' نہ کوئی نجات دہندہ انہیں نجات دلائے گا' نہ ہی انہیں موت آئیگی اور نہ ہی عذاب میں تخفیف کی جائے گی بلکہ اس کے برعکس ان کے عذاب میں اضافہ ہی کیا جائے گا' ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ فذوقوا فلن نزيدكم إلا عذابا ﴾ [النبا : ۳۰] یعنی ,,اب تم اپنے کیے کا مزہ چکھو ہم تمہارا عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے'' [شیخ عبدالرحمن بن سعدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جہنمیوں کے عذاب کے سلسلے میں یہ سب سے شدید ترین آیت ہے' اللہ تعالی ہمیں اس سے پناہ دے' آمین] ! یہ تو طحدین' کفار' مشرکین اور منافقین کا دردناک حال ہوگا جبکہ اہل ایمان جنت میں سعادت کے ساتھ اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے' ان کے لئے اس میں ہر وہ چیز مہیا کی جائیگی جس کی وہ خواہش کریں گے اور جس سے ان کی آنکھیں لذت کوش ہوں گی نیز وہ اس میں ابدی زندگی سے سرفراز ہوں گے .

اس سے ایمان کے بلند مرتبے اور اس کے اونچے درجے کا پتہ چلتا ہے اور یہی سب سے عظیم مقصد اور سب سے بہترین غرض وغایت ہے کیونکہ دنیا وآخرت کی سعادت' عظیم اہداف ومقاصد کا حصول' جنت اور اس کی نعمتوں سے کامیابی' جہنم اور اللہ رب العزت کی ناراضگی سے نجات' اللہ تعالی کی دائمی خوشنودی سے سرفرازی' اور بلا کسی ضرر وفتنہ کے اس کی لذت دیدار سے بہرہ وری اسی کی مرہون منت ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ اہل ایمان جن عمدہ آثار ونتائج سے مستفید ہوں گے ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا البتہ مختصرا اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ہر بھلائی ایمان کی شاخ اور اس کے وجود سے وابستہ ہے اور ہر برائی اور ہلاکت وبربادی اپنی تمام قسموں اور شاخوں کے ساتھ ایمان کی کمی یا اس کے فقدان کا نتیجہ ہے .

جب ایمان کامل ہوتا ہے تو صاحب ایمان تمام واجبات کی ادائیگی کرتا ہے اور تمام

محرمات سے اجتناب کرتا ہے جس کی نتیجے میں وہ جہنم سے نجات پا کر بلا حساب وعقاب جنت میں جائیگا اور اگر صاحب ایمان کا ایمان کمزور اور ناقص ہے جس کی وجہ سے وہ بعض واجبات کو ترک یا بعض محرمات کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو یہ ناقص ایمان اسے جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنے سے بچالے گا جیسا کہ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے بکثرت نصوص وارد ہیں کہ جس کے دل میں ایمان کا تھوڑا سا بھی حصہ ہوگا وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا اور اخیر میں وہ جہنم کی آگ کے ذریعے گناہوں اور نافرمانیوں کی پلیدگی سے پاک کرکے جنت میں منتقل کر دیا جائیگا اور یہی اس کا آخری اور دائمی ٹھکانہ ہوگا [چنانچہ اس معنی میں انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (يخرج من النار من قال : لا إله إلا الله وفي قلبه وزن شعيرة من خير' ويخرج من النار من قال : لا إله إلا الله وفي قلبه وزن برة من خير' ويخرج من النار من قال : لا إله إلا الله وفي قلبه وزن ذرة من خير) یعنی ,,جہنم سے اسے نکالا جائیگا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے برابر بھلائی ہے' اور جہنم سے اسے نکالا جائیگا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر بھلائی ہے' اور جہنم سے اسے نکالا جائیگا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی ہے'' صحیح بخاری (۴۴)' صحیح مسلم (۳۲۵-۱۹۳)].

لہذا آخرت میں لوگوں کے درجات ومراتب کی تعیین ان کے ایمان' اس کے وجود اور عدم وجود اور اس میں کمی وزیادتی کے حساب سے ہوگی' توفیق صرف اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے' اور سارا احسان اسی کا ہے' ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ بل الله يمن عليكم ان هداكم للإيمان إن كنتم صادقين ﴾ [الحجرات : ۱۷] یعنی ,,بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم راست گو ہو'' اسی لئے جب اہل ایمان جنت میں

جائیں گے اور اپنی جگہیں حاصل کرلیں گے تو اللہ تعالی کے فضل واحسان کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے : ﴿ **الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله لقد جاء ت رسل ربنا بالحق ونودوا أن تلكم الجنة أورثتموها بما كنتم تعملون** ﴾ [الأعراف : ۴۳] یعنی ,,اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالی ہم کو نہ پہنچاتا' واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لیکر آئے تھے' اور ان سے پکار کر کہا جائیگا کہ اس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے'' چنانچہ اللہ تعالی نے اس آیت میں دو چیزیں جمع کر دی ہیں پہلے اہل جنت کا اعتراف اور ان کی اپنے رب کی نعمت پر ثنا خوانی جس نے انہیں یہ منازل عطا کیا اور پھر اس سبب کا ذکر کیا جس کی وجہ سے انہیں یہ فضل واحسان حاصل ہوا یعنی ایمان اور اس کے مطابق عمل' دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں سچا ایمان عطا فرمائے اور ہمیں ایمان کے زیور سے آراستہ کر دے اور ہم سب کو رہنما اور ہدایت یافتہ بنادے' آمین.

☆☆☆

دیگر مختلف وصیتیں

کچھ اور بھی باتیں ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی تقریروں اور نصیحتوں میں بیان کیا جن کی لوگوں کو سخت ضرورت ہے تاکہ ان کی حالتیں اپنے رب کے ساتھ اور اپنی انفرادی اور اجتماعی ومعاشرتی زندگی میں ٹھیک رہیں' ساری باتوں کو بالتفصیل عرض کرنے کی گنجائش نہیں لیکن ان میں سے چند باتیں بر سبیل اجمال عرض ہیں .

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں جو خطبے دیئے اور جو نصیحتیں کیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے لوگوں کو اتباع سنت اور نبوی منہج کو لازم پکڑنے کی تاکید کی' نیز بدعات وخرافات' آپ کے بارے میں بغیر علم کے کہنے یا آپ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے اور آپ کی سنت سے مفارقت' سے آپ نے لوگوں کو منع فرمایا چنانچہ مسند احمد میں عمرو بن مرہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ مرہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ ایک سرخ کان کٹی ہوئی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا : (أتدرون أي يوم هذا ؟ قلنا : يوم النحر... وذكر الحديث وفيه (ألا وإني فرطكم على الحوض أنظركم' وإني مكاثر بكم الأمم فلا تسودوا وجهي' ألا وقد رأيتموني وسمعتم مني' وستسألون عني' فمن كذب علي فليتبوأ مقعده من النار' ألا وإني مستنقذ رجالا أو ناسا ومستنقذ

مني آخرون، فأقول : يا رب أصحابي، فيقال : إنك لاتدري ما أحدثوا بعدك) [مسند احمد (۴۱۲/۵) اس کے محققین نے (۳۸/۳۸۲) اس کی سند کو صحیح کہا ہے نیز یہ سنن ابن ماجہ (۳۰۵۷) میں بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲۴۹۹) میں اسے صحیح کہا ہے] یعنی، ,جان لو کہ میں حوض پر تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظار کروں گا، اور میں تمہاری وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا تو تم مجھے رسوا مت کرنا، خبردار! تم لوگوں نے مجھے دیکھ لیا اور میری باتوں کو سن لیا، اور عنقریب تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا تو جس نے مجھ پر جھوٹ گڑھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے، اور یہ بھی جان لو کہ بہت سارے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے اس کی مرضی کے مطابق نجات دلاؤں گا اور کچھ لوگوں کو مجھ سے روک لیا جائے گا، تب میں کہوں گا : اے میرے رب ! یہ میرے امتی ہیں، تو مجھ سے کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے دین میں کیا بدعتیں ایجاد کی ہیں''.

چنانچہ یہ آپ کی بہت بڑی تحذیر ہے جو کہ بدعات وخرافات، ہواء پرستی، دین میں نئی باتیں ایجاد کرنے اور آپ پر جھوٹ گڑھنے اور آپ کے بارے میں بلا علم گفتگو کرنے سے متعلق ہے کیونکہ یہ اتنے بڑے گناہ اور عظیم جرم ہیں جو جہنم میں جانے کا سبب ہیں.

اسی طرح آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی پر ابھارا نیز دوسروں کے حقوق پر ظلم وزیادتی، ان کی عزتوں سے کھلواڑ اور ان کی غیبت وبرائی کرنے سے ڈرایا اور منع کیا .

امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حجۃ الوداع میں فرماتے ہوئے سنا (امک وأباک وأختک

واخـاك ثـم أدنـاك) یعنی ,,اپنی ماں باپ کے ساتھ' بہن اور بھائی کے ساتھ پھر اپنے دوسرے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو' راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک جماعت آئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! بنو یربوع قبیلہ کے لوگوں نے ہمیں مار ڈالا تو آپ نے فرمایا: (لا تجني نفس على اخرى) یعنی ,,کوئی نفس کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے'' پھر ایک آدمی جو رمی جمار کرنا بھول گیا تھا اس نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: (ارم ولا حـــرج) ,,کنکری مار دو' کوئی حرج نہیں'' پھر ایک شخص نے آکر عرض کیا : اے اللہ کے رسول میں طواف کرنا بھول گیا' آپ نے فرمایا : (طف ولا حـــرج) ,,طواف کرلو' کوئی حرج کی بات نہیں'' پھر ایک شخص آیا جس نے ذبح کرنے سے پہلے حلق کروالیا تھا تو آپ نے فرمایا : (اذبـــح ولا حـــرج) ,, ذبح کردو' کوئی حرج نہیں'' راوی کہتے ہیں کہ اس دن صحابہ کرام نے آپ سے جس کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے (لا حرج ولا حرج) یعنی ,,کوئی حرج نہیں' کوئی گناہ نہیں'' یہی کہہ کر سب کو جواب دیا' پھر آپ نے فرمایا: (أذهـب الـلـه الحـرج إلا رجـل اقتـرض مسـلما فذلك الذي حرج وهلك) وقال: (ما أنزل الله عز وجـل داء إلا أنـزل له دواء إلا الهرم) [المعجم الکبیر (۴۸۴) 'البانی نے صحیح الجامع (۱۴۰۰) میں اسے حسن کہا ہے] یعنی ,,اللہ تعالی نے حرج وگناہ کو دور کر دیا ہے مگر ایسا شخص جس نے کسی مسلمان کی عزت سے کھلواڑ کیا تو وہ گنہگار رہا اور ہلاک ہوگیا'' نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ,,اللہ تعالی نے بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کی دوا نازل فرمائی ہے'' .

اسی طرح آپ ﷺ نے دوسروں پر ظلم وزیادتی سے ڈرایا اور بتایا کہ جو بھی شخص دوسرے پر ظلم وزیادتی کرے گا تو اس کے ظلم کا وبال گناہ یا قصاص کی شکل میں اسی پر لوٹ

جائے گا' اسی طرح شیطان اور اس کے مکر وفریب سے ڈرایا اور بتایا کہ شیطان مصلیوں میں شرک کے وجود سے مایوس ہو چکا ہے البتہ اس مایوسی کا مطلب شرک کا مکمل خاتمہ نہیں' کیونکہ وہ باقی ہے' اور آپ نے یہ بھی بتایا کہ عنقریب شیطان کے پیروکار رہوں گے جو اس کی دعوت پر لبیک کہیں گے' اسی طرح آپ نے سود خوری سے اور ظلم وزیادتی سے ڈرایا۔

امام ابن ماجہ نے عمرو بن الأحوص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں یہ فرماتے ہوئے سنا : (يا أيها الناس ! ألا اي يوم أحرم ؟ ثلاث مرات' قالوا : يوم الحج الأكبر' قال : فإن دماء كم وأموالكم وأعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هذا' في شهركم هذا' في بلدكم هذا' ألا لايجني جان إلا على نفسه' ولا يجني والد على ولده' ولامولود على والده' ألا إن الشيطان قد أيس أن يعبد في بلدكم هذا أبدا' ولكن سيكون له طاعة في بعض ماتحتقرون من أعمالكم' فيرضى بها' ألا وكل دم من دماء الجاهلية موضوع' وأول ما أضع منها دم الحارث بن عبد المطلب' كان مسترضعا في بني ليث فقتلته هذيل' ألا وإن كل ربا من ربا الجاهلية موضوع' لكم رؤوس أموالكم' لاتظلمون ولاتُظلمون' ألا يا أمتاه' هل بلغت ؟ ثلاث مرات' قالوا : نعم' قال : اللهم اشهد' ثلاث مرات) [سنن ابن ماجہ (۳۰۵۵)' البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲۴۹۷) میں اسے صحیح کہا ہے]' یعنی آپ ﷺ نے فرمایا '' اے لوگو! سب سے زیادہ حرمت والا دن کونسا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: حج اکبر کا دن' آپ نے فرمایا: بے شک تمہارے خون' تمہارے مال' اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان ایسے ہی

حرام ہیں جیسا کہ تمہارا آج کا دن تمہارے اس مہینے اور تمہارے اس شہر میں حرام ہے' جان لو کہ ظالم اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے' باپ بیٹے پر ظلم نہ کرے نہ بیٹا باپ پر ظلم کرے' جان لو کہ شیطان تمہارے اس شہر میں اپنی عبادت سے مایوس ہوگیا ہے البتہ عنقریب تم بعض ان اعمال میں جنہیں تم حقیر اور چھوٹا سمجھتے ہو اس کی اطاعت کروگے جس سے وہ خوش ہوگا' جان لو کہ جاہلیت کا ہر خون بے قدر و قیمت اور باطل ہے اور جاہلیت کا پہلا خون جسے میں باطل قرار دیتا ہوں وہ حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جسے قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے قبیلہ بنولیث کے یہاں حالت رضاعت میں قتل کر دیا تھا' اور یہ بھی جان لو کہ جاہلیت کا ہر سود باطل اور لغو ہے' تمہارے لئے تمہارا رأس المال ہے' نہ تم کسی پر ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا' پھر آپ نے تین بار ارشاد فرمایا: اے میری امت کے لوگو! کیا میں نے اپنے رب کا پیغام تم کو پہنچا دیا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں' آپ نے تین بار فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا"۔

اسی طرح آپ نے یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں میراث بانٹ دیا ہے اور ہر انسان کو اس کا حصہ عطا کر دیا ہے' نیز آپ نے یہ بھی بتایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملے گا' ساتھ ہی ساتھ آپ نے اس بات سے بھی ڈرایا کہ کوئی فرد اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے' چنانچہ مسند احمد میں عمرو بن خارجہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب کیا اس حال میں کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور وہ اپنا لگام چبا رہی تھی نیز اس کا لعاب میرے دونوں کندھوں کے درمیان سے ہوکر بہہ رہا تھا' چنانچہ آپ نے فرمایا: (إن الله قسم لكل إنسان نصيبه من الميراث' فلاتجوز لوارث وصيةٌ' الولد للفراش وللعاهر الحجر ' ألا ومن ادعى إلى غير أبيه' أو تولى غير مواليه

رغبة عنهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين' ولا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا) [مسند احمد (۴/۱۸۶)' ابن ماجہ (۲۷۱۲)' البانی نے صحیح الجامع (۱۷۹۴) میں اسے صحیح کہا ہے].

یعنی ,, بے شک اللہ رب العزت نے ہر انسان کا حق میراث مقرر کر دیا ہے لہذا وارث کے لئے وصیت جائز نہیں' لڑکا صاحب فراش کا ہوگا اور زانی کے لئے پتھر (سنگ ساری) ہے' جان لو کہ جس نے اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کی طرف یا کسی غلام نے اپنی نسبت اپنے مولی وسید کے علاوہ کی طرف ان سے بیزاری و بے نیازی کی بنیاد پر کی تو اس پر اللہ تعالی کی' اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے' اللہ تعالی اس کے نوافل و فرائض دونوں کو نہیں قبول کرے گا.

اسی طرح آپ نے یہ بھی بتایا کہ دنیا کی عمر بہت کم اور اس کا زوال بالکل قریب ہے؛ اس لئے اس کے دھوکے میں پڑنے اور اس کے جال میں پھنسنے سے بچو' چنانچہ عرفہ کے دن سورج غروب ہونے سے پہلے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: (أيها الناس إنه لم يبق من دنياكم فيما مضى منها إلا كما بقي من يومكم هذا فيما مضى منه) [مسند احمد (۲/۱۳۳)' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث' مسند کے محققین نے (۱۰/۳۱۴) اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا ہے]. یعنی ,, اے لوگو! تمہاری باقی ماندہ دنیا اتنی ہی ہے جتنا آج کا باقی ماندہ دن ہے" .

اسی طرح آپ نے لوگوں کو پرسکون رہنے اور وقار بنائے رکھنے پر ابھارا نیز ایک دوسرے کو دھکا دینے سے منع کیا' چنانچہ میدان عرفہ سے نکلتے وقت ارشاد فرمایا: (يا أيها الناس عليكم بالسكينة والوقار) [سنن نسائی (۳۰۱۸)' اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حدیث' البانی نے صحیح سنن نسائی (۲/۳۴۶) میں اسے صحیح کہا ہے] یعنی ,, اے لوگو! سکینت اور وقار کو لازم پکڑو" اس

حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے' اور اسی طرح جب جمرات کے پاس کافی لوگوں کا ازدحام ہوگیا تو آپ نے فرمایا: (یا أیها الناس لا یقتل بعضکم بعضا' وإذا رمیتم فارموا بمثل حصی الخذف) [مسند احمد (۳۷۶/۶)' سنن ابوداود (۱۹۶۶)' ام جندب الأزدیۃ رضی اللہ عنہا کی حدیث' البانی نے صحیح الجامع (۷۸۹۰) میں اسے حسن کہا ہے] یعنی "اے لوگو! تم میں سے بعض بعض کو قتل نہ کرے' اور جب تم کنکری مارو تو چنے کے دانے کے مثل کنکری سے مارو".

اسی طرح آپ نے امت کو دجال کے فتنے سے ڈرایا اس کی صفت بیان کرکے اس کی نشاندہی کردی' چنانچہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی میں حجۃ الوداع کے بارے میں گفتگو کرتے تھے اور حجۃ الوداع کا مفہوم نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالی کی حمد وثنا کی پھر دجال کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا: (ما بعث الله من نبي إلا أنذره أمته' أنذره نوح والنبیون من بعده' وإنه یخرج فیکم' فما خفي علیکم من شأنه فلیس یخفی علیکم' إن ربکم لیس بأعور' إنه أعور عین الیمنی کأنه عینه عنبة طافیة ...) الحدیث [صحیح بخاری (۴۴۰۲)' صحیح مسلم (۱۶۹)' سیاق مذکور صحیح بخاری کا ہے].

یعنی "اللہ تعالی کے مبعوث کردہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا' نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے نبیوں نے اس کے خطرے سے اپنی امتوں کو آگاہ کیا' اس کا خروج تمہارے مابین ہوگا' پس گرچہ اس کے بعض معاملات تم پر مخفی رہ جائیں لیکن وہ تم پر مخفی نہیں رہ سکتا' تمہارا رب کانا نہیں ہے جبکہ اس کی دائیں آنکھ کانی ہے' اس کی وہ آنکھ گویا پھولے ہوئے انگور کی طرح ہے" [ملاحظہ ہو: فتح الباری لابن حجر (۱۰۷/۸)].

ان امور کے علاوہ بھی آپ نے اپنی امت کی خیر خواہی اور ان کی دنیوی واخروی صلاح وفلاح کی خاطر انہیں ڈھیر ساری نصیحتیں فرمائیں اور انہیں اپنی بلیغ وصیتوں سے نوازا' اور ان کی عمدہ رہنمائی کی' تاکہ وہ صلاح وفلاح کے راستے پر گامزن اور دین حنیف پر قائم ودائم رہیں' اللہ رب العزت آپ کی امت کی جانب سے آپ کو بھرپور جزائے خیر عطا فرمائے نیز آپ پر اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں اور نیک بندوں کی جانب سے بہت بہت درود وسلام نازل ہو.

☆☆☆

فہرست مضامین

خطب ومواعظ من حجة الوداع

تأليف

عبد الرزاق بن عبد المحسن البدر

نقله إلى الأردية

محمد وسيم خان بن محمد نسيم خان

مراجعة وتصحيح

ألطاف الرحمن بن ثناء الله

ردمك: ٦-٩٨٨-٥٢-٩٩٦٠

مطابع الحميضي ت: ٤٥٨١٠١٠ ف: ٤٥٩٢١١٧ الرياض